Digitized by Khilafat Library Rabwah

الیس اللہ بکاف عبدہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو

نمبر ۷ ۵ جولائی ۱۹۳۰ء ۸ صفر المظفر ۱۳۴۹ھ جلد ۲۹

ایڈیٹر:- محمد ظہور الدین اکمل قادیان

مقام اشاعت سے قادیان دار الامان پنجاب

ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ شایع ہوتا ہے

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے اور ہندوستان سے باہر ۳ روپے چندہ مصدقہ طلبا و غیر احمدیوں سے اڑھائی روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فہرست مضامین

انجیلی تعلیمات	۲۴۹ — ۲۵۶	مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل
غلاموں کا رستگار	۲۵۷ — ۲۶۲	ملک غلام فرید صاحب ایم اے۔ مترجمہ ماسٹر محمد حسن بی کام
ولادت نبوی کی صحیح تاریخ	۲۶۳ — ۲۶۴	ماخوذ
انعمت علیہم سے کونسے انعامات مراد ہیں	۲۶۵ — ۲۸۰	مولانا محمد ابراہیم صاحب قادیان مولوی فاضل

جامعہ:۔ ہمارے جامعہ احمدیہ کے طلباء نے جن میں سے اکثر مولوی فاضل ہیں یہ سہ ماہی رسالہ نکالنا شروع کیا ہے۔ جو بہت سے قیمتی مضامین کا مجموعہ ہے اس کا حجم ۴۸ صفحے تک ہوگا۔ ۱۶ صفحے خالص عربی۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی اعلیٰ۔ نمبر اوّل میں حقیقت استغفار و ذنب پر نہائیت مدلل مفصل جامع مضمون ہے۔ خدا تعالیٰ ہمارے عزیزوں کو توفیق دے کہ وہ ملت کی خدمت میں نمایاں حصہ لیں۔ ہر ذی استطاعت احمدی بزرگ کو ان کی حوصلہ افزائی چاہیئے چندہ سالانہ عام عہ معاونین سے؍ پتہ:۔ **مینیجر رسالہ جامعہ احمدیہ قادیان**

اسلامی دُنیا:۔ حضرت عرفانی کی تحریکات ملی کا تموج قاہرہ (مصر) میں رونما ہوا ہے۔ آپکے فرزند ارجمند شیخ محمود احمد صاحب نے ایک اخبار اسلامی دنیا کے نام سے نکالا ہے جو اسلامی ممالک کو باہم منضبط اور ایک دوسرے کے حال سے باخبر کریگا۔ ہندوستان والوں کیلئے یہ بہترین ذریعہ معلومات ممالک اسلامی ہے اس میں ہر ہفتے کئی مشاہیر کے فوٹو۔ حضرت عرفانی کا سفرنامہ۔ اور اسلامی علاقوں کے حالات اور علمی تاریخی مضامین ہوتے ہیں۔ ٹائپ عربی کا ہے جسے اُردو زبان کے لئے کام میں لانے کی قابل تحسین کوشش کی جارہی ہے قیمت پندرہ روپے سالانہ مستطیع ہمدردان اسلام کو ضرور اسکی توسیع اشاعت میں حصہ لینا چاہیئے۔ پتہ:۔ **شیخ محمود احمد صاحب شارع محمد علی نمبر ۱۴۲ قاہرہ (مصر)**

بصیرت:۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے یہ رسالہ اپریل سے شائع ہو رہا ہے تقطیع موزون۔ کتابت عمدہ۔ کاغذ اعلیٰ۔ چھپوائی۔ اچھی۔ مضامین علمی محققانہ مذہبی معلومات میں اضافہ کرنے والے۔ ایڈیٹر مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی مولوی محمد عصمت اللہ صاحب قیمت سالانہ للعہ؍

معلم الادب:۔ یہ رسالہ ماہوار رام پور سے شائع ہوتا ہے۔ مجلة عربية علمية دينية ادبية عصريه۔ ایک کالم عربی ایک اُردو۔ قیمت سالانہ للعہ؍ طلباء سے ۳؍ بہت مفید ہے

پتہ:۔ دائم جلالی سرائے گیٹ رام پور سٹیٹ یو۔پی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

شذرات

مندرجہ ذیل اعداد و شمار انڈین اسلام انگریزی تصنیف سے لئے گئے ہیں جس میں نہایت قیمتی معلومات متعلق اسلام دیئے گئے ہیں اور صرف ۱۲ شلنگ ۶ پنس کو اکسفورڈ یونیورسٹی پریس پوسٹ بکس نمبر ۱۳۱ بمبئی سے ملتی ہے۔ اور شائقین کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے*

تقسیم مسلمانان بلحاظ اقوام

۱ -	سیّد -	۱۶۵۷۰۰۰	۴ -	پٹھان -	۳۳۶۴۰۰۰
۲ -	شیخ -	۳۳۳۹۲۰۰۰	۵ -	متفرق دوسری اقوام	۲۸۸۲۰۰۰۰
۳ -	مغل	۳۰۲۰۰۰			

میزان اندازاً - ۶۸۷۳۵۰۰۰

ہندوستان میں مسلمانوں کی تقسیم بلحاظ قبیلہ و ذات

۱	اہیر	پنجاب - وسط ہند	۲۱۲۴
۲	عرب	بمبئی - مع عدن	۹۶۱۶۸
۳	الائیں	(پنجاب - کشمیر)	۱۱۱۷۵۷۴
۴	اروڑہ	(پنجاب - N.W.F.P)	۳۱۸
۵	اوان	- D ٥ ---	۶۹۳۷۳۵
۶	باغبان	(N.W.F.P صوبجات متحدہ)	۲۴-۹۵
۷	بلائی	(وسط ہند - راجپوتانہ)	۲۵

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۸	بلتی	(کشمیر)	۱۲۴۷۶۰
۹	بلوچ	(بلوچستان- بمبئی- F.P. .W .N- پنجاب)	۱۳۴۲۰۵۳
۱۰	بانیہ		۹۹
۱۱	بنجارہ یالامبادی	بمبئی- حیدرآباد- پنجاب- میسور	۴۳۰۲
۱۲	بڑھئی	بہار- اڑیسہ - وسط ہند	۸۷۶۹۰
۱۳	بروالا	پنجاب	۵۹۴۷۵
۱۴	بھنگی	بمبئی- وسط ہند- بڑودہ- راجپوتانہ	۳۸۹۲۰
۱۵	بھرائی	پنجاب	۶۱۴۸۹
۱۶	بھیل	مغربی و وسط ہند	۴
۱۷	بوہرہ	بمبئی- بڑودہ	۱۵۳۳۶۳
۱۸	برہمن	تمام ہندوستان	۲۳۰
۱۹	بروہی	بلوچستان- بمبئی	۲۱۴۴۷۱
۲۰	بری	(انڈیمان- نکوبار- برما)	۸۵۹۶
۲۱	چاکر	راجپوتانہ	۱۵۵
۲۲	چمار	تمام ہندوستان	۲۲۴۸
۲۳	چران	راجپوتانہ	۲۵
۲۴	چھیمبہ	پنجاب- راجپوتانہ	۵۵۴۱۷
۲۵	چینی	برما	۱۵۰۱۷
۲۶	چوہڑا- مُصلّی- بھنگی	(N.W.F.P.) پنجاب	۳۹۱۶۱۴
۲۷	ذروگا	راجپوتانہ	۸۵
۲۸	دارزادہ	بلوچستان	۱۰۷۰۷
۲۹	درزی	بمبئی- وسط ہند- صوبجات متحدہ- بڑودہ- حیدرآباد- میسور- راجپوتانہ	۱۵۴۹۳۰
۳۰	دیواہر	بلوچستان	۵۴۳۳
۳۱	ڈھاکڑ	وسط ہند- راجپوتانہ	۴۲
۳۲	دھوبی	اسام- بنگال- بہار- اڑیسہ- بمبئی- صوبجات- وسط ہند- پنجاب- صوبجات متحدہ- N.W.F.P.	۲۴۳۰۶۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۳۳	دھولی	راجپوتانہ	۶۹۵
۳۴	ڈھنڈ	N.W.F.P.-کشمیر	۴۲۹۰۸
۳۵	دُھنیا	بہار-اُڑیسہ-وسط صوبجات و صوبجات متحدہ	۵۵۸۷۶۷
۳۶	ڈوگر-ڈوگرا	پنجاب	۷۳۹۹۷
۳۷	فقیر	پنجاب-راجپوتانہ-وسط ہند	۶۳۸۳۴۸
۳۸	گڈریے	تمام ہندوستان	۱۰
۳۹	گاڈرا	بلوچستان	۶۹۵۸
۴۰	گھانچی	بڑودہ	۴۰۷۰
۴۱	گجر	وسط ہند-N.W.F.P-پنجاب-صوبجات متحدہ-وسط ہند-کشمیر-راجپوتانہ	۹۸۲۴۶۵
۴۲	حجام یا نائی	اسام-بنگال-بہار اڑیسہ-بمبئی-صوبجات متحدہ-پنجاب-بڑودہ-وسط ہند-کشمیر-میسور-راجپوتانہ	۵۶۰۶۴۰
۴۳	انڈو	برما	۱۱۹۴۲۰
۴۴	جاٹ	پنجاب-صوبہ سرحد-صوبجات متحدہ-کشمیر-راجپوتانہ	۲۷۸۲۲۳۶
۴۵	جاٹ	بلوچستان	۶۶۹۸۲
۴۶	جھینواڑ	پنجاب	۹۴۰۲۸
۴۷	جوگی یا یوگی	بنگال-پنجاب-راجپوتانہ	۳۱۱۵۸
۴۸	جولاہا	بنگال-بہار-اڑیسہ-صوبہ سرحد-پنجاب-صوبجات متحدہ-کشمیر	۲۶۲۴۸۷۳
۴۹	جوناکن	مدراس	۱۳۸۰۷۳
۵۰	کیچی	تمام ہندوستان	۲۷
۵۱	کلور	" "	۳۴۶۷
۵۲	بکھو	پنجاب	۸۱۴۹۱
۵۳	کرال	صوبہ سرحد	۲۱۸۲۳
۵۴	قصائی	صوبہ سرحد-پنجاب-صوبجات متحدہ	۲۸۶۷۵۸
۵۵	کشمیری	صوبہ سرحد-پنجاب-کشمیر	۹۸۲۳۲۳
۵۶	کھتری	" " "	۶۴
۵۷	کھوجہ	بمبئی-پنجاب	۱۴۶۱۰۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۵۸	کھوکھر	پنجاب	۶۹۱۸۱
۵۹	کولی۔یا ڈاگی	تمام ہندوستان	۳۰۱
۶۰	کوکی۔چن	برما	۸۴
۶۱	کمہار	اسام۔بنگال۔بہار۔اُڑیسہ۔بمبئی۔صوبجات متوسط۔ مدراس۔صوبہ سرحد۔پنجاب وغیرہ	۴۴۷۰۷۵
۶۲	کنبی	تمام ہندوستان	۳۸
۶۳	کنجرہ	بہار۔اُڑیسہ	۱۶۴۷۳۳
۶۴	لبّائی	مدراس	۳۸۲۳۱۳
۶۵	لاسی یا بنج راج	بلوچستان	۲۳۲۱۲
۶۶	لوڈھا یا لوڈھی	تمام ہند	۱۰۲
۶۷	لوہار	بمبئی۔صوبجات متوسط۔صوبہ سرحد۔پنجاب۔صوبجات متحدہ۔ بڑودہ۔وسط ہند۔حیدرآباد۔کشمیر۔راجپوتانہ۔	۳۷۷۲۹۵
۶۸	لوری	بلوچستان	۶۸۹۰۷
۶۹	ماچھی	پنجاب	۲۸۰۵۲۴
۷۰	ماہی مل	اسام	۲۲۴۴۳
۷۱	مہاتم	پنجاب	۱۱۸۴۱
۷۲	مالی	بمبئی۔پنجاب۔صوبجات متوسط۔	۸۹۸۲۶
۷۳	ملاح	بہار۔اُڑیسہ۔پنجاب۔صوبجات متحدہ	۶۹۷۸۳
۷۴	ماپیلا	مدراس	۱۱۰۸۳۸۵
۷۵	مذہبی	پنجاب	۲۳
۷۶	میمن	بمبئی۔بڑودہ	۱۵۱۸۵۰
۷۷	میو یا میواتی	پنجاب۔راجپوتانہ	۲۷۰۹۰۸
۷۸	نیا	وسط ہند۔راجپوتانہ	۹۵
۷۹	میراسی	پنجاب۔صوبہ سرحد	۲۴۳۲۷۹
۸۰	موچی	اسام۔بنگال۔صوبہ سرحد۔پنجاب۔حیدرآباد۔کشمیر	۴۸۰۰۳۵

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۸۱	مُغل	پنجاب - حیدرآباد - کشمیر	۱۸۹۶۷۴
۸۲	نائیک	بمبئی - راجپوتانہ	۳۳۱
۸۳	ناکب	بلوچستان	۵۵۷۷
۸۴	پراچہ	صوبہ سرحد	۱۳۵۶۰
۸۵	پٹھان	بلوچستان - بنگال - بہار - اُڑیسہ - بمبئی - مدراس - حیدرآباد - کشمیر - میسور - راجپوتانہ	۳۵۴۷۸۶۹۸
۸۶	قریشی	صوبہ سرحد - پنجاب	۱۲۶۱۹۷
۸۷	زباری		۲
۸۸	رائے گار	راجپوتانہ	۲۵
۸۹	راجپوت - چھتری	تمام ہندوستان کے ہر حصہ میں (انڈیمن - نکوبار) جزائر	۱۷۱۶۶۸۹
۹۰	رام گڑھیئے	پنجاب	۲۰
۹۱	راوت	راجپوتانہ	۱۱
۹۲	سینی	پنجاب	۱۳۲۳
۹۳	سیّد	بلوچستان - بہار - اُڑیسہ - بمبئی - مدراس - سرحد - پنجاب - متحدہ - حیدرآباد - کشمیر - میسور - راجپوتانہ	۱۶۰۹۲۴۷
۹۴	شیخ	" " " " " "	۳۳۳۸۷۸۶۱
۹۵	شین	کشمیر	۱۵۱۰۶
۹۶	سندھی	بمبئی - راجپوتانہ	۸۵۸۰۱۸
۹۷	سونار یا سُنار	بہار - اُڑیسہ - بمبئی - وسط صوبجات - سرحد - پنجاب - وسط ہند - حیدرآباد - راجپوتانہ -	۱۷۴۱۵۴
۹۸	سودھان	کشمیر	۶۳۹۹۲
۹۹	سوتر دھار	تمام ہندوستان میں	۱۲
۱۰۰	سورتھی	صوبہ سرحد	۵۰۹۰۴
۱۰۱	ٹانولی	"	۶۱۵۶۰
۱۰۲	ترکھان	سرحد - پنجاب - کشمیر	۳۷۳۵۶۷۲
۱۰۳	تیلی	بنگال - بہار - اُڑیسہ - بمبئی - پنجاب - وسط ہند - حیدرآباد - کشمیر - راجپوتانہ -	۶۴۷۵۰۶
۱۰۴	داڈا	بمبئی - حیدرآباد - میسور	۸۷۰
۱۰۵	یاش کول	کشمیر	۴۴۰۸۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا عیسائیت مِٹ رہی ہے؟

مانچسٹر کا ایک سیاح مسٹر ایس ہیومز کرانیکل اپنی کتاب سیاحت دنیا میں رقمطراز ہے:۔

"جو کچھ اخوت اور اخلاق کا مظاہرہ اسلامی دنیا میں دیکھا۔ ناممکن ہے۔ کہ کسی اور ملک میں مل سکے سب سے زیادہ یہ کہ اسلامی تعلیم میں تہذیب اور اخلاق کے جو نمونے دیکھے گئے ہیں وہ مسیحی پادریوں کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتے۔ اور اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ عنقریب عیسوی تہذیب کا جنازہ اسلامی تہذیب کے دوش پر نکلتا دکھائی دیگا۔ اور اسلام اپنی ہمہ صفت موصوف تعلیم سے عیسائیت کو خاک کا ڈھیر بنادیگا" انشاء اللہ تعالیٰ

کچھ عرصہ ہوا۔ اخبار ایوننگ ٹائمز نے اپنے ایک افتتاحیہ مقالے میں کہیں لکھ دیا تھا کہ:۔

"عیسویت کے خوف سے مسلمان یورپ سے بھاگے چلے جارہے ہیں" اسکا جواب وہیں کے ایک مسیحی اخبار نے یوں دیا:۔

"ہاں! بھاگے چلے جارہے ہیں۔ مگر مسجدیں بنوا کر۔ اجی اسکی کیا دلیل ہے۔ مسلمان عیسائیوں سے خائف ہیں؟ غالباً یہی ہوگا۔ کہ وہ اسلام ایسے عالمگیر مذہب کے دلدادہ ہیں۔ اور اپنی بیش قیمت تبلیغوں سے مسیحیوں کو دھڑا دھڑ اسلام میں داخل کررہے ہیں۔ کیوں صاحب صرف اسلام کا نام ہی سن رکھا ہے۔ یا اسکی حقیقت سے بھی واقف ہو؟ ہمارے نزدیک عالمگیر مذہب ہے۔ اور عیسائی مذہب اسکا پاسنگ بھی نہیں"

نیویارک کے ایک قومی جلسے میں ایکدفعہ مسٹر ہملٹن نے مسیحیت اور دیگر مذاہب کے موضوع پر تقریر کی جسکا ملخص یہ ہے:۔

"میرے دوستو! کسی مذہب پر اعتراض کرنا بڑی بات نہیں۔ اور مذہب کو تعصب اور ہٹ دھرمی سے دیکھنا مشکل نہیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے جس نے اپنی تہذیب اور اخلاق اور سلجھے ہوئے کار تنظیم سے دنیا کو گرویدہ بنالیا ہے۔ پس میں یہ کہنے سے بھی گریز نہیں کرونگا کہ اگر کوئی دنیا میں سچا مذہب ہے تو وہ صرف اسلام ہے"

پادری جے اسموئیل جگرٹ جو تحقیقاتِ شرعیہ کا ایک نہایت ہی قابل ماہر تھا۔ ایک رسالے میں لکھتا ہے:۔

"یہ مان لیا کہ ہم عیسائی لوگوں کو کسی کی تعریف حد سے زیادہ نہ کرنی چاہیئے۔ لیکن کچھ واقعات ہی ایسے ہیں۔ کہ میں ایک عالمگیر مذہب کی تعریف کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور حق تو یوں ہے۔ کہ اس لاجواب اور بے نظیر مذہب اسلام نے ہمیں ایسی باتیں سکھائی ہیں۔ جو کبھی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔ بلکہ عیسیٰ مسیح کے حواری اگر ساری عمر بھی سوچتے رہتے تو انہیں ایسی باتیں نہ سوجھ سکتیں۔ اسلام بلاشائبہ ایک سچا مذہب ہے۔ اور اسکے اخلاق حسنہ اور تہذیب سے بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ یہی ایک مذہب قیامت تک زندہ رہ سکتا ہے۔ مگر گستاخی معاف عیسائی مذہب کا چراغ ٹمٹما رہا ہے"

اسلامی پاکیزگی اور صفائی کی فوقیت

اسلام کا درجہ روحانیت میں تو سب مذاہب سے بلند و بالا ہے ہی چنانچہ اسوقت بھی اسلام ہی کے نمائندہ (علیہ السلام) نے ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کیا:۔

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے ✣ یہ ثمر باغ محمدؐ ہی سے کھایا ہم نے

مگر ظاہری صفائی و طہارت کے احکام و اہتمام میں بھی جو ہدایات مسلمانوں کو ملی ہیں۔ کوئی قوم انکا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ شہروں اور قصبوں کی صفائی اور انکو خوشنما اور آرام دہ بنانے میں اسلامی تہذیب نے کارہائے نمایاں کیئے ہیں۔ اور خود لباس کی صفائی میں مسلمان بطور نمونہ پیش کیئے جاسکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اقتباسات (از اشاعت اسلام) اس حقیقت پر روشنی ڈال رہے ہیں:

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"ڈریپر نے اپنی شہرہ آفاق تالیف "یورپ کے ارتقائے ذہنی کی تاریخ" میں مسلمانوں اور انکے شہروں کی صفائی اور پاکیزگی کا دیگر یورپین اقوام اور انکے شہروں سے مقابلہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ جونہی عرب کے لوگ اندلس میں آباد ہوئے انہوں نے ہر پہلو سے ترقی اور تمدن کی راہیں کھول دیں۔ اور خلفاء راشدین کے نقوش قدم پر چلکر علم و فن کی سرپرستی شروع کی۔ اور تہذیب و شائستگی کا وہ نمونہ پیش کیا جسکی نظیر اس زمانہ کے یورپین لوگوں یا حکومتوں میں نہیں مل سکتی۔ ان کے عہد حکومت میں قرطبہ نہایت شاندار شہر بن گیا جسمیں دو لاکھ سے اوپر مکانات تھے۔ اور دس لاکھ سے زیادہ آبادی تھی رات کے وقت سڑکوں پر سرکاری لیمپ روشن ہوتے تھے۔ لنڈن میں اسکے سات سو برس بعد بھی سڑکوں پر لیمپ نہیں لگائے گئے۔ اور لنڈن پیرس وغیرہ کی گلیوں کا یہ عالم تھا۔ کہ برسات کے موسم میں جو شخص گھر سے باہر نکلتا، تو گھنٹوں تک کیچڑ میں دھنس جاتا لیکن غرناطہ اور قرطبہ وغیرہ میں یہ بات نہ تھی۔ ان شہروں میں امراء اور خلفاء کے محلات ایسے شاندار بنے ہوئے تھے۔ کہ انکے سامنے جرمنی فرانس اور انگلستان کے محل جھونپڑے معلوم ہوتے تھے۔ اسپین کے مسلمان جس طرح صفائی اور پاکیزگی کے دلدادہ تھے۔ اسی طرح فن تعمیر اور طرز رہائش میں بھی یورپین اقوام سے بڑھے تھے۔ انکے مکانات کی شان و شوکت کے بیان کرنے کیلئے ایک دفتر درکار ہے۔ امراء کے محلات تو عجائب خانے معلوم ہوتے تھے۔ انکے پائیں میں باغیچہ ضرور ہوتا تھا۔ جسمیں درختوں کے علاوہ نہریں اور فوارے بھی ہوتے تھے۔ اور وہ لوگ حمام اور غسلخانوں کے بھی بڑے شائق تھے۔ اور بعض کمروں میں ایک ایک ہزار موم شمع کے جھاڑ روشن ہوتے تھے جسکی وجہ سے رات کے وقت کل عمارت جگمگا اٹھتی تھی
(جلد ثانی صفحہ ۴۰)

یہ تو مکانات اور ان کی تعمیر اور باغات کی آرائش کے متعلق ہوا۔ اب جسمانی صفائی کی نسبت پڑھئے:۔

"ذاتی آسائش کے اصولوں اور طریقوں کیلئے ہم زیادہ عربوں ہی کے ممنون احسان ہیں۔ ان لوگوں کیلئے ناممکن تھا کہ مغربی لوگوں کی طرح لباس پہنا کریں، جنکا اصول یہ تھا۔ کہ ایک دفعہ جو لباس زیب تن فرمالیا، وہ پھر نہ اتارا، یہانتک کہ پارہ پارہ ہو کر خود ہی جسم سے علیحدہ ہو گیا۔ اور ان چیتھڑوں کو جوں، وغیرہ کا ذخیرہ سمجھ لیجئے۔ اور انکی بدبو کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہو سکتا جب ٹامس بیکٹ کی نعش سے لباس اتارا گیا۔ تو اندر کے کپڑے ایسے میلے کچیلے نکلے کہ کسی مسلمان کے غلام کے بھی ایسے نہ ہونگے۔ مسلمانوں ہی نے یورپین اقوام کو ململ یا تنزیب کے اندرونی لباس کا استعمال سکھایا۔ کہ اسکو ہر تیسرے دن صاف کیا جا سکے۔ اور یہ لباس آج بھی خواتین مغرب کے استعمال میں ہے۔ اور اسکا نام بھی وہی چلا آتا ہے"

آخیر میں گسٹو ڈیرکس کے یہ الفاظ ہماری تصدیق کر رہے ہیں:۔ "عیسائیوں نے مسلمانوں کی تقلید میں جسمانی صفائی اور غسل کے طریقوں کو اختیار کیا۔ اور غسلخانے بنوائے اور حمام میں نہانا شروع کیا"

خواجہ کمال الدین صاحب کا مشن

خواجہ کمال الدین صاحب نے ۲۷ اپریل کو ووکنگ مسلم مشن و مسلم لٹریری ٹرسٹ کی دستاویز کو چھ ٹرسٹیوں کے ہمراہ سب رجسٹرار لاہور کے سامنے تصدیق کر دیا۔ آپنے اپنے کو وقف تبلیغ کو اول سے آخر تک قلمبند فرمایا۔ ہمیں افسوس ہے کہ خواجہ صاحب نے ابتدائی محرک اپنی ذات کو قرار دیا حالانکہ یہ سب کچھ قادیان کے امام اور انکے پیرو مرشد کا فیضان ہے اور ابتدائی کئی ہزار کا سرمایہ بھی حضور ہی کے حلقہ بگوش خادم کا رہین منت ہے اسکے بعد جماعت احمدیہ کا اسمیں بہت بڑا مالی قلمی اخلاقی روحانی حصہ ہے جس کا اعتراف ضروری تھا۔ ہاں جب سے غیر مبایعین الگ ہوئے تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ان کو مدد ملتی رہی۔ مگر شکریہ خواجہ صاحب نے ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"سنہ ۱۹۲۶ء میں جب میری صحت از حد مخدوش ہوگئی۔ تو ناکامی اور حسد نے چند ایسوں کو جنہیں میں اپنے حلقۂ ذوق میں شمار کرتا تھا میری امانت پر حملہ کرنے کیلئے مستعد کردیا۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ میں اس دنیا سے چلنے کو تیار ہوں۔ اور طبی مشورہ مجھے دماغی کاوش سے روکتا ہے پیش ازیں میں کسی جواب کے قابل ہونگا۔ اس سے بہت پہلے میرا جنازہ اٹھ چکا ہوگا۔ لیکن ان حاسد معترضوں کے جواب میں خدا تعالیٰ نے نہ صرف مجھے مسکت جواب دینے کی ہمت دی۔ بلکہ میرا یہ لکھنا ہی کافی ہوگیا۔ کہ رقم مذکورہ بالا کے ماسوائے جسے میں بشکل چک سٹڈ یا ڈپازٹ ووکنگ میں چھوڑ آیا۔ آمد و خرچ سے کبھی میرا تعلق نہیں رہا۔ اسکے بعد تکلیف دہ مرحلہ مجھ پر یہ آیا۔ آغاز جنوری میں میں ایک نہایت ہی تکلیف دہ مرض کا شکار ہوگیا۔ جسے ہرپیز زوسٹر کہتے ہیں۔ یہ چیچک سے مشابہ ہوتی ہے۔ لیکن درد جلن اور خارش میں چیچک سے سوا ہوتی ہے۔ دو ماہ تک برابر میں اس مصیبت میں گرفتار رہا۔ عین اس وقت انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور نے مالی انتظام مشن کو واپس کردیا۔ اور دوسری طرف مشن ابھی ابھی تعمیری حالت میں تھا کسی نے یہ خیال نہ کیا کہ خواجہ اسوقت اس تکلیف کی برداشت کے قابل نہیں۔ دوسری طرف مشن کی مالی حالت بلحاظ حساب جاریہ نہایت خطرناک ہوگئی۔ یہ امر گذشتہ دو سال میں پیدا ہوا۔ طبی مشورے نے سیکرٹری مشن کو اجازت نہ دی۔ کہ یہ باتیں میرے علم میں لائی جائیں ادھر تو چند ہزار کے اوپر قرضہ نکلا۔ ادھر کوئی ذمہ وار جماعت مشن کے معاملات ہاتھ میں لینے کیلئے ابھی پیدا نہ ہوئی۔ پھر دیش ایڈن جا درویش مینیجر کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پبلک سے اپیل کی۔ یہ کام نہایت مشکل اور محنت افزا تھا۔ جسے میرے بیٹے خواجہ نذیر احمد خواجہ محمود اور خواجہ عبدالغنی نے نہایت جوانمردی سے نبھایا۔ خلیفہ عبدالمجید بھی سستی چھوڑ کر اس مہم میں شریک ہوئے۔ اور خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ ماہ مارچ گذرنے پایا۔ کہ مشن کے سر سے خطرہ مل گیا۔ نصف سے زیادہ قرضہ ادا ہوچکا باقی جو کچھ بھی ہے وہ سہولت سے ادا ہو جائیگا۔ البتہ اس واقع نے میری آنکھیں کھولدی ہیں۔"

خواجہ صاحب نے اپنے مذہبی عقائد کے متعلق بھی ایک بیان دیا ہے تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے۔ گو صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ اگر اس بیان کو خواجہ صاحب کی تحریر سابقہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو غلط فہمیاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں:-

"ان دو تو کاموں سے بھی ایک مشکل کام میرے اپنے معتقدات خاصہ تھے۔ دنیا میں بہت ہی کم انسان ایسے ملینگے۔ جو امور تبلیغ میں اپنے عقائد خاصہ سے الگ ہیں۔ میں ایک مشہور احمدی ہوں۔ میں نے حضرت مرزا صاحب کو کبھی نبی تسلیم نہیں کیا۔ نہ انہوں نے میرے علم الیقین میں کبھی دعویٰ نبوت کیا۔ میں نے آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین تسلیم کیا۔ اور آنحضرت کے بعد مدعی نبوت کو اسلام سے خارج سمجھا۔ خود حضرت مرزا صاحب کا بھی یہی عقیدہ تھا ہاں میں نے انکے دعوئ مجددیت اور مسیحیت کی تصدیق کی۔ اور میں نے ایسا کرنے میں اپنے علم و یقین کے ماتحت آنحضرت صلعم کے ہی ارشادات کی تصدیق کی آپ ہی نے صدی کے سر پر ایک مجدد کے ظہور کی خوشخبری دی۔ آپنے علمائے امت کو انبیاء کا مثیل اور انکا وارث ٹھیرایا۔ اگر جناب مرزا صاحب نے مسیحیت کا دعویٰ کیا تو اسی حدیث کے ماتحت خلاف اسلام نہیں کیا۔ جناب علیؓ اور حضرت معین الدین چشتی نے بھی مسیحیت کا دعویٰ کیا۔ جناب عمرؓ بھی تو مثیل نوحؑ تھے۔ خود مجدد الف ثانی نے اپنے ملفوظات میں اپنے آپکو احمد اور محمدؐ کا ہمرنگ لکھا۔ یہ لوگ انبیاء نہ تھے ہاں رنگ انبیاء میں آئے۔ اور یہ فیض نبوت محمدی تھا۔ میں نے ابھی عرض کیا ہے۔ کہ میں آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت کو کافر سمجھتا ہوں میں نے مرزا صاحب کے دعوے کے تسلیم کرنے میں بالفرض اگر کوئی غلطی کی ہوگی تو تشخیص شخصیت میں غلطی کی ہوگی۔ ورنہ انہیں مجدد قبول کرلینا یا حدیث نبوی کے ماتحت انہیں وارث مسیحیت تسلیم کرنا کسی اسلامی تعلیم کے خلاف نہیں۔ باوجودیکہ میرا جناب مرزا صاحب مرحوم سے شدید تعلق تھا اور اب بھی ہے۔ لیکن میں نے غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کے وقت فرقی خصائص کے تداخل کو اسلام کے لئے سم قاتل سمجھا اور آج بھی سمجھتا ہوں۔ میں نے کسی مصلحت سے یہ مسلک اختیار نہیں کیا۔ اگر اسکی غرض روپیہ ہی ہوتی۔ تو میں تو ایک چلتی وکالت کو چھوڑ کر گیا تھا"

تاہم یہ امر موجب مسرت ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے مشن کی مالی حالت کے متعلق ان الفاظ میں اطمینان دلایا ہے:-

"میں ہی خواہان مشن کو یہ خوشخبری دیتا ہوں۔ کہ جو ریزرو فنڈ ہمارا مسلم لٹریری ٹرسٹ کے الحاق سرمایہ کے بعد چھتیس سینتیس ہزار کے لگ بھگ تھا۔ اور اس میں رقوم وصول کردنی شامل نہ تھیں۔ بیرونی عطیات کے شامل کرنے پر آج باسٹھ ہزار سے اوپر ہوگیا ہے۔ انشاء اللہ عنقریب میں مشن کی موجودہ مالی حالت کو جو ہر طرح میرے نزدیک اسوقت قابل اطمینان ہے مفصل لکھ دونگا۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انجیلی تعلیمات

عیسائیت کی مایۂ ناز تعلیمات پر ایک نظر

غلاموں اور لونڈیوں کے متعلق انجیلی تعلیم

بانیٔ اسلام علیہ التحیۃ والسلام پر عیسائی مورّخ ہمیشہ یہ نارو الزام لگاتے رہے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ آپ نے اپنی قوم اور ملک میں آزادی وحریت کی رُوح پیدا کرنے کی بجائے غلامی کا خطرناک طریق جاری کر کے نسلِ انسانی کے ایک کثیر التعداد طبقہ کو اُن کے پیدائشی حقِ حریت سے محروم کر دیا۔ اور اس طرح اُنہیں جنہیں خدا نے آزاد پیدا کیا تھا۔ جنہیں بڑھنے اور ترقی کرنے کا مادہ قدرت نے ازل سے عطا فرمایا تھا۔ غلامی کی آہنی سلاسل میں جکڑ کر بلندی کی طرف پرواز کرنے سے روک دیا۔ اُنکی اُمنگوں کو کچل دیا۔ اور اُن کی انسانیت کو حیوانیت میں تبدیل کر کے قومی اور مُلکی ترقی کو ایک ناقابلِ تلافی صدمہ پہنچایا۔

یہ اعتراض اگرچہ اُن کا سراسر غلط۔ بے بنیاد اور اسلامی احکام سے ناواقفیت کا ایک کُھلا اور روشن ثبوت ہے۔ مگر بایں اس موقعہ پر مَیں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اُنھوں نے اپنی آنکھ کے شہتیر کو تو نہ دیکھا۔ مگر دوسروں کی آنکھ کا صرف ایک خیالی تنکا اُنہیں فی الفور نظر آگیا۔ اُنھوں نے اپنی "کتابِ مقدس" کو کیا نہیں پڑھا؟ اُس میں شریعت موسویہ کے احکام کو نہیں دیکھا؟ اُس میں تو صاف لکھا ہے:۔

"اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو لاٹھیاں مارے۔ اور وہ مار کھاتی ہوئی مر جائے تو اسے سزا دی جائے۔ لیکن اگر وہ ایک دن یا دو دن جیئے۔ تو اُسے سزا نہ دی جائے اس لئے کہ وہ اُس کا مال ہے۔" خروج $\frac{۲۱}{۲۰}$

اِس حوالہ سے جہاں اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ اُمّتِ موسویّہ میں غلامی کا خوب رواج تھا۔ وہاں اِس رُوح فرسا حقیقت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اُنہیں خدائے ارض و سماء کی طرف سے اِس امر کی بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اجازت تھی کہ وہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو خوب مارا کریں۔ نہ صرف تھپڑوں یا سوٹیوں سے ہی۔ بلکہ لاٹھیوں سے بھی۔ اور وہ بھی اس حد تک کہ اُنہیں مار مار کر ادھ موا کر دیا جائے۔ گویا مالک اپنی لونڈی کو یا مالک اپنے غلام کو اگر لاٹھیوں سے اسقدر مارے۔ کہ وہ مار کھانے کی وجہ سے اپنی موت کے قریب پہنچ جائے۔ تب بھی یہ قابلِ مواخذہ بات نہیں تھی۔ بلکہ لونڈی یا غلام اگر اپنے آقا کی مار کھانے کی وجہ سے بالکل مر بھی جائے۔ مگر دو ایک روز تڑپ تڑپ کر مرے تب بھی قابلِ اعتراض بات نہیں تھی۔ کیونکہ لونڈی یا غلام بقول بائیبل اُس کا اپنا مال تھا ؛

اب خوب غور کر کے دیکھو۔ اس میں کس طرح انسانوں کے ایک مضبوط بازو کو تباہ کن سزا دینے کی اجازت دی گئی ہے۔ کس طرح غلاموں اور لونڈیوں کو بدترین مخلوق تصوّر کیا گیا ہے جبکہ انسان اپنی گائے یا بھینس کو بھی اسقدر لاٹھیوں سے مارنا گوارا نہیں کر سکتا۔ تو بتلاؤ وہ شریعت جس میں ایک مرد یا عورت کو اتنا مارنے کی اجازت دی گئی ہو۔ اُسکے ماننے والوں کو کہاں سے یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے قرآنِ پاک پر اپنا مُنہ کھولیں۔ اور کہیں۔ نعوذ باللہ بانیٔ اسلام علیہ السّلام نے غلاموں کے متعلّق نہایت سخت تعلیم دی ہے۔ اُن نادانوں کو کیا معلوم؟ اسلام اور عیسائیت میں کتنا عظیم الشان فرق ہے۔ ہاں وہی فرق جو نور اور ظلمت میں ہے۔ جو زمین اور آسمان میں ہے۔ وہی عیسائیت اور اسلام میں فرق ہے ؛

حضرت مسیح علیہ السّلام نے بھی انجیل میں غلاموں کو سزا دینے کی تعلیم دی اور فرمایا:۔

”وہ نوکر جس نے اپنے مالک کی مرضی جان لی اور طیاری نہ کی۔ نہ اُس کی مرضی کے موافق عمل کیا۔ بہت مار کھائیگا“ لوقا $\frac{۱۲}{۴۷}$

پولوس بھی کہتا ہے:۔ ”اے نوکرو۔ جو جسم کے رُو سے تمہارے مالک ہیں اپنی صاف دلی سے ڈرتے اور کانپتے ہوئے اُن کے ایسے فرمانبردار رہو۔ جیسے مسیح کے“ افسیوں $\frac{۶}{۵}$

پطرس نے بھی لکھا:۔ ”اے نوکرو۔ بڑے خوف سے اپنے مالکوں کے تابع رہو۔ نہ صرف نیکوں اور حلیموں ہی کے۔ بلکہ بدمزاجوں کے بھی“ ۱۔ پطرس $\frac{۲}{۱۸}$

گویا غلاموں کو ”ڈرتے اور کانپتے ہوئے“ ”بڑے خوف سے“ اپنے آقاؤں کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ یہ الفاظ بتلاتے ہیں کہ اُنہیں ہر وقت کانپتے اور ڈرتے رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی غلطی کر بیٹھیں۔ اور اس طرح اپنے مالک کی ناراضگی کے مستحق بنکر اس کی سزا کے مورد بن جائیں۔ اور اگرچہ ان مرقومہ بالا اقتباسات میں صرف نوکر کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں نہ کہ غلام کے۔ مگر چونکہ نوکر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اناجیل سب تراجم ہی ہیں۔ اسلئے غلام کا ترجمہ اُردو میں نوکر کر دیا گیا ہے ؂

یہ تعلیم جو غلاموں اور لونڈیوں کے متعلق بائیبل اور انجیل بیان کرتی ہے۔ سخت ناقص اور ناقابلِ عمل تعلیم ہے۔ اگر گذشتہ زمانوں میں اِس پر کبھی عمل بھی ہُوا ہو۔ تو یقیناً ایسا غیر ممکن ہے کہ اِس موجودہ زمانہ میں اسے جامۂ عمل پہنایا جاسکے۔ آج دنیا کا ہر فرد آزادی کے نشہ میں چُور ہے۔ آج نہ بائیبل کی یہ تعلیم مانی جاسکتی ہے کہ غلام اپنے آقاؤں سے لاٹھیوں کی مار کھاتے چلے جائیں۔ خواہ اُن کی ہڈی پسلی ٹوٹے یا رہے۔ اور نہ انجیل کی یہ تعلیم قابلِ عمل ہے کہ جو اپنے آقا کی نہ مانے گا وہ سخت مار کھائیگا۔ بلکہ آج صرف اسلام کی تعلیم مانی جاسکتی ہے۔ جو غلاموں کو مارنے کا نہیں بلکہ اُن کے ساتھ رحم و شفقت اور مودّت و محبّت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جو یہ تعلیم سکھاتا ہے کہ جو تم خود کھاتے ہو۔ وہی اُنہیں کھلاؤ۔ جیسا تم خود پہنتے ہو۔ ویسا ہی انہیں پہناؤ۔ اور ایسا کام کرنے کو اُنہیں ہرگز نہ کہو جو اُن کی طاقت و قوّت سے باہر ہو۔ اور اگر کہ بھی دو۔ تو خود اُن کا ہاتھ بٹاؤ۔ اور اُن کی اعانت و مدد پر کمربستہ ہو جاؤ۔ چنانچہ احادیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غلاموں کو تم ویسا ہی کھانا کھلاؤ۔ جیسا خود کھاتے ہو۔ اور ویسے ہی کپڑے پہناؤ۔ جیسے خود پہنتے ہو۔ اور ایسا کام کرنے کو اُنہیں مت کہو۔ جو اُن کی طاقت و قوّت سے باہر ہو۔ اور اگر کہو بھی تو اُن کا ہاتھ بٹاؤ ؂

اسی طرح لکھا ہے کہ ایک صحابی نے بیان کیا۔ ہم سات بھائی تھے۔ ہمارا ایک ہی خادم تھا۔ ہم میں سے کسی نے ایک دن اُسے تھپّڑ مار دیا۔ جب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے یہ واقعہ سُنا۔ تو آپؐ نے فوراً حکم دیا۔ اسے ابھی آزاد کر دو ؂

ایک اور صحابی فرماتے ہیں۔ مَیں ایک دفعہ اپنے غلام کو مارنے لگا۔ مجھے اپنے پیچھے سے ایک آواز آئی جسے مَیں پہچان نہ سکا۔ کہنے والے نے مجھے پُکار کر کہا۔ اے ابو مسعود۔ جسقدر تجھے اس غلام پر مقدرت حاصل ہے۔ اُس سے کہیں زیادہ تجھ پر خدا کو مقدرت حاصل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے پیچھے دیکھا۔ معلوم ہُوا کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ہی نے یہ فرمایا تھا۔ آپؐ کو دیکھنا ہی تھا کہ میرے ہاتھ سے آپؐ کے رُعب کی وجہ سے کوڑا گر پڑا۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہ یہ غلام خدا کے لئے آزاد ہے۔ فرمایا۔ اگر تُو اِسے آزاد نہ کرتا۔ تو دوزخ کی آگ تیرا مُنہ جُھلستی ؂

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنے غلام یا لونڈی کو تھپّڑ مارے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا یونہی مارے کفارہ یہی ہے کہ وہ اُسے آزاد کردے ؛

پس اسلام اپنے متبعین کو غلاموں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور محبت و پیار کرنے کی اشد تاکید کرتا ہے۔ مگر بائیبل اور انجیل میں اُنہیں مارنے اور لاٹھیوں سے سزا دینے کی تلقین درج ہے۔ اب سوچنے والے خود سوچ لیں۔ کہ وہ کون ہے۔ جو غلاموں کے لئے ابرِ رحمت بنکر آیا۔ کیا وہ جس نے کہا "میں حلیم ہوں اور دل کا فروتن" (متی ۱۱/۲۹) یا وہ جسے بارگاہِ ایزدی سے رحمۃ العالمین کا خطاب ملا؟

صدقہ و خیرات کے متعلق انجیلی تعلیم

حضرت مسیح علیہ السلام نے اہلِ دنیا کو ایک یہ بھی حیرت انگیز تعلیم دی ہے۔ کہ صدقہ و خیرت کرتے وقت چاہیئے۔ کہ انسان اپنا تمام مال خدا کی راہ میں لُٹا دے۔ اور اپنے پاس کچھ بھی باقی نہ رکھے۔ چنانچہ اناجیل میں لکھا ہے۔ آپکے پاس ایک سردار آیا۔ اور اُس نے سوال کیا:-

"اے نیک اُستاد۔ میں کیا کروں۔ تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہوں۔ یسوع نے اُس سے کہا۔ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ تو حکموں کو تو جانتا ہے۔ زنا نہ کر۔ خون نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ اپنے باپ کی اور
(لوقا ۱۸/۱۸ تا ۲۲) ماں کی عزت کر۔ اُس نے کہا۔ میں نے لڑکپن سے اِن سب پر عمل کیا ہے۔ یسوع نے یہ سُن کر اُس سے کہا۔ ابھی تک تجھ میں ایک بات کی کمی ہے۔ اپنا سب کچھ بیچکر غریبوں کو بانٹ دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملیگا۔ اور آ کر میرے پیچھے ہو لے"

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ یہ تعلیم لیکر دنیا میں مبعوث ہوئے تھے کہ:-

"اپنا سب کچھ بیچکر غریبوں کو بانٹ دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملیگا"

اسی طرح آپنے ایک کنگال بیوہ کی اپنے شاگردوں کے سامنے تعریف کی۔ اور فرمایا:-

(مرقس ۱۲/۴۱ تا ۴۴) "میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جو ہیکل کے خزانے میں ڈال رہے ہیں اِس کنگال بیوہ نے اُن سب سے زیادہ ڈالا۔ کیونکہ سبھوں نے اپنے مال کی بہتات سے ڈالا مگر اِس نے اپنی ناداری کی حالت میں جو کچھ اُس کا تھا۔ یعنی اپنی ساری روزی ڈالدی"۔

اس میں "ساری روزی" کے الفاظ قابلِ توجہ ہیں ؛

اسی طرح آپنے حواریوں سے فرمایا۔ کہ اثاثۂ بیت یعنی گھر کا مال و اسباب تک بیچکر سب خیرات کردو۔ چنانچہ لکھا ہے۔ آپنے انہیں تعلیم دی :-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"اپنا مال اسباب بیچکر خیرات دو۔ اور اپنے لئے ایسے بٹوے بناؤ۔ جو پُرانے نہیں ہوتے۔ یعنی آسمان پر ایسا خزانہ جو خالی نہیں ہوتا۔" لوقا $\frac{۳۳}{۱۲}$

پولوس بھی یہی کہتا ہے:۔

"اگر اپنا سارا مال غریبوں کو کھلا دوں۔ یا اپنا بدن جلانے کو دے دوں۔ اور محبت نہ رکھوں۔ تو مجھے کچھ بھی فائدہ نہیں" ۱۔ کرنتھیوں $\frac{۱۳}{۳}$

اِن تمام حوالجات سے صاف ظاہر ہے کہ انجیل دنیا کے سامنے یہ تعلیم پیش کرتی ہے کہ انسان کو اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دینا چاہیئے۔ اور خیرات کرتے وقت اپنی تمام روزی اور اپنا سارا مال غریبوں اور فقیروں کو دے دینا چاہیئے۔ مگر دیکھو اور غور کرو۔ اسکے مقابل پر اسلام نے کیسی لطیف تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ اسلام نے کہا۔ تم ایسا مت کرو کہ اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں دے ڈالو۔ اگر ایسا کرو گے تو خود بھُوکے رہو گے۔ اور تمھیں دستِ سوال دراز کرنا پڑیگا۔ اور یا ممکن ہے۔ تم حصولِ زر کے لئے ناجائز وسائل پر آمادہ ہو جاؤ۔ اور اس طرح خدا کی ناراضگی اور غضب کے مستحق بن جاؤ۔ تمھیں چاہیئے کہ اپنے مال کا صرف ایک حصّہ دو۔ نہ کہ سارا مال۔ چنانچہ فرمایا:۔ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (بنی اسرائیل $\frac{}{۲۹}$) اپنا ہاتھ نہ تو اتنا سکیڑو۔ کہ گویا گردن میں بندھا ہُوا ہے۔ اور نہ بالکل اسکو پھیلا ہی دو۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو تم ایسے ہو جاؤ گے۔ کہ لوگ تمھیں ملامت کرینگے اور تم یہ کہتے ہوئے کفِ افسوس ملو گے کہ کاش ہم ایسا نہ کرتے ؛

اس آیت کریمہ میں توسّط یعنی اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت دی گئی ہے۔ یعنی آدمی خیرات میں نہ تو ایسا بُخل کرے۔ کہ مُٹھی کُھلے ہی نہیں۔ اور نہ اتنی داد و دہش کرے۔ کہ آپ تکلیف اُٹھائے اور لوگ اُلٹا ملامت کریں اور اُسکی داد و دہش کو فضول خرچی قرار دیں۔

اِسی طرح عباد الرحمٰن کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ یعنی مومن صرف وہ ہیں جو اپنے اموال اگرچہ خدا کی راہ میں ضرور خرچ کرتے ہیں۔ مگر اس طرح کہ نہ تو اسراف ہوتا ہے اور نہ ہی بُخل بلکہ میانہ روی کی حالت ہوتی ہے ؛

پھر فرمایا۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ یعنی مومنوں کی یہ حالت ہے کہ ہم نے جو کچھ اُنھیں دیا ہے اُس میں سے صرف ایک حصّہ خرچ کرتے ہیں۔ نہ کہ تمام مال ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح حکم دیا۔ وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الیٰ اجلٍ قریب فاصدق واکن من الصالحین (التغابن ۹) میں اسلام کی فضیلت اس سے ظاہر ہے کہ وہ میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ مگر دوسرے مذاہب یا تو افراط کی طرف چلے گئے۔ یا تفریط کی طرف۔ اور یہ دونو نقصان دہ راستے ہیں *

اب دیکھ لو۔ کہ ان دونو میں سے کونسی تعلیم افضل ہے۔ اگر تمام مال خدا کی راہ میں دے دو گے تو اپنے بچوں کو کیا کھلاؤ گے۔ خود کس طرح زندگی بسر کرو گے۔ اسلام نفس کا بھی حق قرار دیتا ہے۔ بیوی اور بچوں کا بھی حق قرار دیتا ہے۔ رشتہ داروں اور عزیزوں کا بھی حق قرار دیتا ہے۔ اور پھر دین کی ضروریات کیلئے تمام اموال کا صرف ایک حصہ طلب کرتا ہے۔ پس انجیلی تعلیم سخت ناقص اور غیر موزون ہے۔ مگر علاوہ ازیں اس انجیلی تعلیم میں ایک اور خطرناک نقص یہ ہے۔ کہ صدقہ صرف مالی صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ اب سوچو۔ کہ وہ جس کے پاس مال نہیں ہے کیونکر صدقہ کرے وہ تو ضرور اس نیکی سے محروم رہا۔ مگر اسلام اگرچہ مال کے ذریعہ سے بھی انسان کو صدقہ و خیرات کی تحریک کرتا ہے۔ غرباء کو بھی صدقہ میں شامل کرنے کے لئے صدقات کے دائرہ کو نہایت وسیع فرماتا ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ صدقہ و خیرات کرے۔ صحابہؓ نے عرض کی حضورؐ کسی کے پاس صدقہ کے لئے روپیہ نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ فرمایا۔ مزدوری کرے۔ پھر خود بھی فائدہ اٹھائے اور غرباء کو بھی صدقہ دے۔ پوچھا گیا اگر مزدوری نہ ملے۔ آپؐ نے فرمایا مالی امداد کسی کی نہیں کر سکتا۔ تو کسی حاجتمند کا اسکے کام میں ہاتھ ہی بٹا دے۔ پوچھا گیا کہ اگر اس کی بھی توفیق نہ ہو۔ فرمایا۔ منہ سے نیک نصیحت ہی کر دے۔ صحابہؓ نے پھر پوچھا کہ اگر یہ بھی نہ کر سکے۔ فرمایا۔ اگر کسی قسم کا نفع دوسروں کو نہیں پہنچا سکتا۔ تو کم از کم یہ کرے کہ کسی کو اس سے نقصان نہ پہنچے۔ یہ بھی اس کی طرف سے صدقہ اور خیرات ہی سمجھا جائیگا *

اسی طرح روایت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز جب انسان صبح کرتا ہے اُسکے ہر ایک عضو پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ پھر وہ شخص جو اس دن دو آدمیوں کے درمیان عدل و انصاف کرتا ہے۔ وہ بھی ایک صدقہ کا کام کرتا ہے۔ تم اگر کسی شخص کی یوں مدد کرو کہ اسے اسکی سواری پر سوار کر دو یا اس کا اسباب اسکی سواری پر لاد دو یہ بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔ اور ہر قدم جو نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف اٹھایا جائے۔ وہ بھی صدقہ ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

راستہ سے اگر کوئی تکلیف دہ چیز دُور کی جائے۔ تو یہ بھی صدقہ ہے۔ پس اسلام نے صدقات کے دائرہ کو نہایت وسیع فرما دیا۔ اور اس طرح اُنہیں جو غرباء اور تہیدست تھے۔ صدقہ و خیرات کے ثواب میں شامل فرما لیا۔ مگر انجیل نے جہاں ایک ایسی تعلیم دی تھی۔ جو دنیا کے لئے ویسے ہی ناقابل عمل ہے۔ وہاں صرف مالی صدقہ قرار دیکر غرباء کو اس ثواب سے بکلّی محروم کر دیا۔ مگر اسلام کا احسان دیکھو۔ اُس نے کس طرح تمام نقائص کو دُور فرما کر ایک جامع اور مکمل تعلیم اہلِ عالم کی نظروں کے سامنے رکھی ۔

مگر یہیں تک بس نہیں اسلام نے خیرات کے متعلق قرآن مجید میں بعض اور بھی لطیف تعلیمات دنیا کو سکھائی ہیں۔ چنانچہ پہلے اس سوال کو اسلام نے حل کیا ہے۔ کہ انسان کیوں صدقہ دے۔ فرمایا۔ اسلئے کہ جو اللہ کی راہ میں دیتا ہے۔ اللہ اُسکو بہت عمدہ بدلہ دیتا ہے اُسکے مال کو بڑھاتا اور ترقی عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ فرمایا واللہ یُضٰعِفُ لمن یشاء[۱] [۲] یربی الصدقات

پھر یہ سوال ہو سکتا تھا کہ کیا چیز صدقہ دے۔ اُسکے لئے فرمایا۔ آ۔ انفقوا من طیّبات ماکسبتم۔ بٓ ولا تیمّموا الخبیث منه جٓ ویسئلونك ماذا یُنفقون قل العفو۔ دٓ وما تُنفقون الا ابتغاء وجه الله۔ یعنی (۱) حلال اور طیّب مال دے (۲) ردّی چیز نہ ہو (۳) ابتغاء لوجہ اللہ دے۔ (۴) عفو۔ یعنی حاجتِ اصلیّہ سے جو زائد ہو وہ دے ۔

پھر یہ سوال ہو سکتا تھا۔ کہ کس طرح صدقہ دے۔ اور کن احتیاطوں کو مدّنظر رکھکر دے۔ فرمایا آ۔ لا تُبطلوا صدقاتکم بالمنّ والاذیٰ۔ بٓ اِن تبدوا الصدقات فنعمّا هی واِن تُخفوها وتوتوها الفقراء فهو خیرٌ لکم۔ یعنی جسکو دو اُسپر احسان نہ جتاؤ۔ اُسے دُکھ نہ پہنچاؤ۔ اگر ظاہراً دو تو یہ بھی اچھا۔ اور اگر پوشیدہ دو تو یہ بھی بہتر ۔

پھر سوال ہو سکتا تھا کہ کس کس کو دے۔ فرمایا۔ آ۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین۔ بٓ۔ للفقراء الذین اُحصروا فی سبیل الله لا یستطیعون ضربا فی الارض۔ یعنی فقراء کو۔ مساکین کو۔ اُن لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں روکے گئے ہوں۔ اور اسوجہ سے کوئی کسب نہ کر سکتے ہوں۔ صدقہ و خیرات دیا جائے ۔

پھر عام ہدایت دی۔ اور فرمایا۔ قولٌ معروف ومغفرةٌ خیرٌ من صدقةٍ یّتبعها اذیً

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس آیت کریمہ کے مطابق سائل کے لئے قولِ معروف کی یہ صورت ہوگی - کہ اگر باوجود موجود ہونیکے وہ عادتاً مانگے تو اپنے آپ کو سمجھائے کہ کیوں سوال کرتا ہے - اور اگر واقعی احتیاج ہے تو پھر بھی اپنے آپکو قولِ معروف کرے یعنی یہ کہے کہ کیوں بھو - یا کسل سے کام لیتا ہے - کیوں نہیں محنت اور مزدوری کرتا - اسی طرح مسئول کے لئے قولِ معروف کی صورت یہ ہے - کہ اگر پاس کچھ نہیں تو کوئی بات ہی کہدے - اور اگر پاس تو ہے - مگر ایسی چیز ہے - جو اسوقت دے نہیں سکتا - مثلاً نوٹ جیب میں ہیں اور دینا ایک پیسہ ہے - تو اس صورت میں بھی اسے نیک بات کہے ؀

پھر اسی آیت کریمہ کے مطابق سائل کے لئے دو طرح استغفار ضروری ہے - اگر باوجود مال کے مالک ہونے کے مانگتا ہے تو استغفار کرے - تا اس سوال کی ذلّت سے وہ محفوظ ہو جائے - اسی طرح مسئول کے لئے استغفار کی یہ صورت ہے کہ اگر پاس ہے مگر دینے کو دل نہیں چاہتا تو اُسوقت استغفار کرے - تا اُسے جُود و سخا کی توفیق اور شرح صدر عطا ہو - اور اگر پاس ہی کچھ نہیں - یا جو کچھ پاس ہے وہ دینے کی استطاعت نہیں تو پھر بھی استغفار کرے - تا خدا اُسے کشائش دے - اور راہ مولیٰ میں بخوشی دینے کی توفیق عطا فرمائے ؀

پھر ان متذکرہ بالا صورتوں کے علاوہ سائل مسئول کے لئے اور مسئول سائل کے لئے استغفار اور دُعا کرے ؀

یہ تعلیم ہے جو اسلام نے صدقہ و خیرات کے متعلق لوگوں کو سکھائی - اب اس وسیع مضمون کے مقابل پر انجیل کی وہ تعلیم رکھو - جو مسیح ناصری ؑ نے دی - اور اُن قباحتوں کو ملاحظہ کرو - جو اُسپر عمل کرنے سے رُونما ہو سکتی ہیں - پھر غور کرو - کس طرح اسلام اپنی جُملہ تعلیمات میں مذاہب عالم پر حقیقی افضلیّت رکھتا ہے - خدا نے سچ فرمایا - و انّہٗ لکتابٌ عزیزٌ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہٖ تنزیلٌ من حکیمٍ حمید ؀

خاکسار محمدؐ یعقوب مولوی فاضل - قادیان دارالامان - محلّہ دارالفضل

دنیا کی کوئی قوم جسکی نصف آبادی جاہل ہو - یعنی یا دنیاوی ترقی نہیں کر سکتی (آنریبل سید رضا علی ممبر سلیکٹ کمیٹی گورنمنٹ ہند)

ممالک شرقی میں لوگ واقعات کے تاریخی اسباب پر نظر ڈالے بغیر اقوام مغرب کی تقلید کرتے ہیں - مشرق کا سب بڑا خطرہ میرے نزدیک عورتوں کی آزادی ہے ؀ (ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال ایم اے بیرسٹر ایٹ لا)

عورتوں کی اصلاح کی بیشک ضرورت ہے - مگر وہ اصلاح دوزخ سے نجات دلانے کا ذریعہ ہو - خدانخواستہ انہیں اور دوزخ کی طرف لے جانے کا ذریعہ نہ ہو ؀ (مولانا عبدالماجد بی اے)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

غلاموں کا رستگار

(مترجم محمد حسین بی۔کام ریویو)

اسلامی تعلیم کے ماتحت غلام کا مالک اپنے غلام میں خودداری اور احترامِ نفسی کو پیدا کرنے کے لئے جو کم از کم کرسکتا تھا۔ وہ یہ تھا۔ کہ اُس کو وہ وہی خوراک دے۔ جو وہ خود کھاتا ہے۔ اور وہی پوشاک دے جو وہ خود پہنتا ہے۔ اور اُس سے بُرا سلوک کرنے سے مجتنب رہے۔ اور اُس کو ایسا کام سپرد نہ کرے۔ جو اُس کی طاقت سے باہر ہو۔ یہ ہدایت زیادہ تر سفارشی رنگ رکھتی تھی۔ اور مالک اگر چاہتا تو اِس کو مُسترد کرسکتا تھا یا اس سے بچ سکتا تھا۔ اس طرح کی تعلیم جو غلاموں سے حُسنِ سلوک کے متعلق ہے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے کے مصلحین بھی اپنے تابعین کو دیتے چلے آتے تھے۔ مگر وہ تعلیمات غلاموں کی اندوہناک حالت میں نمایاں اور مادّی تبدیلی پیدا کرنے میں بالکل ناکام رہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ تعلیمات اتنی دُھندلی اور ناقص تھیں کہ وہ غلاموں کے حق میں مفید نہ ہوسکیں۔ ہمارے آقا رسولِ کریم صلعم نے اُن تعلیمات کی سفارشی حیثیت کو بحال رکھتے ہوئے اُن میں حُکمی رنگ کا ایک اضافہ کردیا۔ چنانچہ یہ اُن کا صاف اور کُھلا کُھلا حکم تھا کہ کوئی غلام کو نہ مارے۔ اگر کوئی اس اخلاقی جُرم کا مُرتکب ہُوا۔ تو اُس کی سزا یہ ہے کہ اُس کو اپنا غلام آزاد کرنا پڑیگا۔ سویدؓ جو کہ رسول کریمؐ کے صحابہؓ میں سے تھے۔ اُن سے روایت ہے۔ کہ ہم سات بھائی تھے اور ہم سب کے پاس ایک غلام تھا۔ ہم میں سے ایک اتنا لاپرواہ تھا۔ کہ اُس نے وقتی جوش سے مغلوب ہو کر اُسکے چہرے پر طمانچہ مارا جب رسولِ کریم صلعم کو اس کا علم ہُوا۔ تو حضورؐ نے فوراً غلام کے آزاد کر دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا عن سوید بن مقرن قال لقد رایتنی وانی لسابع اخوۃ لی مع رسول اللہ صلعم وما لنا خادم غیر واحد فعمد احدنا فلطمہ فامرنا رسول اللہؐ ان نعتقہ (کتاب الایمان)

اسی قسم کا قول ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ جو کوئی اپنے غلام کو مارتا ہے اور پھر اُس کو آزاد کرتا ہے۔ تو وہ کسی معاوضہ کا مستحق نہیں۔ کیونکہ غلام کا آزاد کرنا اس فعل شنیع کا کفارہ ہے۔ (مسلم کتاب الایمان)

ابن عمرؓ سے یہ بھی روایت ہے۔ کہ اگر کسی کا رشتہ دار غلام ہے۔ تو وہ غلام تصوّر نہ ہوگا۔ عن ابن عمر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عن النبی صلعم قال من ملك ذا رحم محرم فهو حرٌ (ابن ماجہ کتاب العتق)

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم من اعتق شرکا له فی مملوك فعلیه عتقه کله ان کان له مال یبلغ ثمنه وعن ابی هریرة والا قوم علیه فاستسعی به غیر مشقوق علیه (بخاری کتاب العتق) ابن عمر سے مروی ہے۔ کہ اگر ایک غلام کی ملکیت میں بہتوں کا اشتراک ہے۔ اور اُن میں سے ایک اُس کو آزاد کرنا چاہتا ہے۔ اور اپنے حصہ سے دستبردار ہوتا ہے۔ تو اُسپر لازم ہے۔ کہ باقی مالکان کا حصہ بھی خود ادا کرے اور اُس غلام کو پورا آزاد کرائے۔ اگر وہ ایسا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ تو غلام اسوقت سے ہی آزاد متصوّر ہوگا۔ اور اُس کو حق ہوگا کہ وہ محنت کر کے روپیہ کمائے اور اپنی آزادی کو خرید سکے۔ اور ایسا کرنے میں ضروری ہے کہ اُس کے لئے تمام سہولتیں بہم پہنچائی جائیں ؞

ایک اور معتبر روایت ہے کہ بعض اہل مکّہ کے غلام بھاگ کر رسول کریم صلعم کے پاس پناہ گزین ہوئے۔ اُن مفرور غلاموں کے مالک رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور سے عرض کیا۔ کہ ہمارے غلام واپس کر دیں۔ بعض مسلمانوں نے بھی اُن کی سفارش کی۔ مگر رسول کریم صلعم نے اسکو ناپسند فرمایا۔ اور غلاموں کو بھیجنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا:-

"یہ خدا کے آزاد کردہ غلام ہیں میں ان کو غلامی میں دوبارہ کیسے بھیج سکتا ہوں" (ابوداؤد۔ کتاب الجہاد)

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم ایما رجل ولدت امته منه فهی معتقة عن دبر منه (ابن ماجہ کتاب العتق) ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی لونڈی سے شادی کرتا ہے۔ مگر اُس کو آزاد نہیں کرتا۔ اور بعد میں اُس سے بچّہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ بچّہ کی پیدائش کی تاریخ سے خودبخود آزاد ہو جاتی ہے ؞

مذکورہ بالا اقوال ہمارے پیش کردہ خیال کی خوب توضیح کرتے ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

(۱) غلام کی بدنی سزا اُس کی آزادی کا باعث ہوتی ہے ؞

(۲) کسی غلام کا اپنے مالک کا رشتہ دار ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ غیر مشروط آزاد ہے ؞

(۳) وہ غلام جس کو بظاہر کچھ آزادی حاصل ہے۔ وہ اصل میں پورا پورا آزاد ہے ؞

(۴) جو غلام اپنے مالک سے بھاگ کر آزاد ہوتا ہے۔ وہ آزاد ہے اور اُسکو دوبارہ غلامی میں بھیجا نہیں جا سکتا ؞

(۵) ایک لونڈی جو کسی کے نکاح میں آکر بچّے کو جنم دیتی ہے۔ وہ اُس کے بعد محاً آزاد متصوّر ہوتی ہے ؞

یہ چند ذرائع ہیں۔ جن سے وہ بدقسمت طبقہ جو آزادی سے محروم تھا۔ وہ اپنی آزادی کو بحال کر سکتا تھا ؞

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ قواعد اور ہدایات اور وہ جو ہمارے اس مضمون کی پہلی قسط میں سپرد قلم ہو چکے ہیں۔ صاف صاف ظاہر کرتی ہیں۔ کہ کس حد تک غلاموں کو جو ہزارہا سال سے پابند سلاسل چلے آتے تھے۔ آزاد کرایا۔ اگرچہ یہ ہدایات اور قواعد اپنے نتائج اور عواقب کے لحاظ سے جو ان کی ترویج سے رونما ہوئے دوسرے مذاہب پر فوقیت لے گئے ہیں۔ مگر ہمارے رسول کریم صلعم نے انہی پر صرف اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ غلامی کی ہر نوع کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ہے۔ وہ اس بات کو خوب سمجھتے تھے۔ کہ اگر محولہ بالا قواعد پر ہی بس کر دی گئی۔ تو پھر بھی ایک طبقہ غلاموں کا ایسا ہوگا جو آزادی کی نعمت عظمیٰ سے محروم رہ جائیگا۔ اور دکھ اور مصیبت کی زندگی کا شکار رہیگا۔ اس لئے

غلاموں سے قول و قرار

رسول کریم صلعم ایک ایسے قاعدہ کلیہ کی جستجو میں تھے جس سے غلام خود بخود بغیر اپنے مالک کی مرضی کے آزادی سے بہرہ ور ہوسکیں۔ اور وہ ناقابل تبدیل قاعدہ کلیہ مندرجہ ذیل آیت میں بیان ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ اٰتَاكُمْ (نور ع) اور جو غلام تم سے مکاتبت چاہیں تو ان کو ایسی نوشت رستگاری دیدو اگر اس میں ان کا بھلا دیکھو۔ اور ان کو اس مال سے حصہ دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔

اس میں ایک ایسے اقرارنامے کا ذکر ہے۔ جس کی رو سے غلام اور مالک کے مابین کچھ رقم یا مزدوری کی تعیین ہو جاتی تھی جس کو پورا کرکے غلام آزاد ہوسکتا تھا۔ اس قول و قرار کے لکھے جانے کے بعد غلام آزاد ہوتا تھا۔ اور وہ پوری آزادی سے محنت کرکے اس معین مقدار رقم کو کما سکتا تھا۔ اس مشروط رقم کی ادائیگی کے بعد وہ ایسا ہی آزاد ہوتا تھا جیسا کہ اس کا مالک خود۔ یہ ملحوظ رہے کہ اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ آیا غلام ایسے عہد و پیمان کا اہل ہے یا نہیں۔ اس کے مالک کا حق نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اس کا فیصلہ حکومت کے سپرد تھا۔ اور اسی طرح پر تعیین رقم اور اس کی صورت ادائیگی اور وقت کی حد کا تصفیہ بھی حکومت ہی کرتی تھی۔ جب غلام اس قول و قرار کے لئے حکومت سے درخواست کرتا تھا۔ اور وہ منظور ہو جاتی تھی۔ تو اس کے مالک کا صرف اتنا ہی حق ہوتا تھا کہ وہ ان شرائط کا تصفیہ حکومت سے کرے ؏

اور یہ بھی یاد رہے کہ قانوناً اور اخلاقاً غلام اس رقم میں جو وہ اپنی آزادی کی قیمت کے طور پر ادا کرتا تھا۔ اپنے مالک کے ساتھ پورا شریک خیال کیا جاتا تھا ؏

ان احسن ذرائع سے اسلام نے غلاموں کو مسلمانوں کے قبضے سے آزادی بخشی۔ اور ان خطرناک عواقب سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی سوسائٹی کو محفوظ رکھا جو غلامی کو یک قلم مسترد کرنے سے وقوع میں آتے تھے۔

مندرجۂ ذیل واقعہ ثابت کرتا ہے۔ کہ عہد و پیمان کرنا مالک پر منحصر نہ ہوتا تھا بلکہ یہ حکومت کا کام تھا۔ انسؓ جو رسول کریم صلعم کے مشہور صحابی تھے۔ اُن کے پاس ایک غلام سیرینؔ تھا۔ سیرینؔ اس قسم کا عہد و پیمان کرنے کا خواہاں تھا۔ انسؔ چونکہ آسودہ حال تھے۔ اُنہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر وہ غلام حضرت عمرؓ کے حضور شکایت لے گیا۔ جو اُسوقت خلیفہ تھے۔ انہوں نے انسؔ کو حکم دیا کہ وہ عہد و پیمان کرے۔ حضرت عمرؓ اُن اشخاص میں تھے۔ جو قرآن کریم کے کسی حکم کی خلاف ورزی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ آپؓ نے غلام کو آزاد کرا دیا اور انس کو اس طرح پر سزا دی۔ آخر انسؓ بھی رضامند ہو گئے۔ ان سیرین سال انسا المکاتبۃ وکان کثیر المال فابیٰ فانطلق الیٰ عمر فقال فکاتبہ فابیٰ فضربہ بالدرّۃ ویتلو عمر فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیراً فکاتبہ (بخاری کتاب العتق) رسول کریم صلعم مکاتبت کے بڑے شائق تھے۔ اُنہوں نے اس طریق عمل کی مختلف اوقات میں اور مختلف اشکال میں سفارش کی۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ ثلاثۃ حق علی اللّٰہ عونھم المکاتب الذی یرید الاداء والناکح الذی یرید العفاف والمجاھد فی سبیل اللّٰہ۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ خدا نے تین آدمیوں کی امداد کا وعدہ کیا ہے۔ پہلے اُس غلام کا جو اپنے مالک سے عہد و پیمان کرتا ہے۔ اور اُس رقم کی ادائیگی کے لئے فکرمند ہوتا ہے۔ دوسرے اُس شخص کا جو اسواسطے شادی کرتا ہے۔ تاکہ وہ شہوانی جذبات کے حملوں سے محفوظ ہو جائے۔ تیسرے اس شخص کا جو خدا کے رستے میں جہاد کرتا ہے۔ (ترمذی و نسائیؔ و ابن ماجہ)

غلاموں کے آزاد کرنے کی تحریک چند شخصیتوں تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ یہ حکومت کا فرض بھی تھا کہ خزانے سے کچھ رقم غلاموں کے آزاد کرانے میں خرچ کرے۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں صاف اور صریح ارشادات ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

انما الصدقٰت للفقراء والمسٰکین والعٰملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغٰرمین وفی سبیل اللّٰہ وابن السبیل فریضۃ من اللّٰہ۔ واللّٰہ علیم حکیم۔ صدقات زکوٰۃ فقیروں کے لئے ہے اور مسکینوں کے لئے اور کارکنوں کے لئے اور مؤلفۃ القلوب کے لئے اور غلاموں کے آزاد کرنے کے لئے اور قرضے وتاوان ادا کرنے کے لئے اور اللہ کی راہ میں لگے ہوؤں کے لئے اور مسافروں کے لئے۔ اللہ کا مقرر کردہ ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسلامی احکام غلاموں کو آزاد کرانے تک ہی محدود نہ تھے۔ بلکہ یہ آگے چلکر اسے مزید حقوق سے متمتع کرتے تھے۔ یہ ہوسکتا تھا کہ آزاد ہونے کے بعد غلام بے یار و مددگار رہ جائے۔ اور اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ مگر آزاد ہونے کے بعد غلام اپنے مالک سے برابری کا حصہ رکھتا تھا۔ وہ اُس کا مولیٰ کہلاتا تھا۔ اور اگر اُس کا مالک لاوارث مرجاتا تھا۔ تو وہ اُس کا وارث بنتا تھا +

حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ کہ اگر غلام لاوارث مرجائے۔ تو اس کی وراثت کا وارث اس کا پہلا مالک قرار پاتا تھا۔ عن عائشہ قالت قال رسول اللہؐ ان الولاء لمن اعتق (بخاری کتاب العتق)

عن ابن عباس ان رجلاً مات علی عھد رسول اللہؐ ولم یدع وارثاً الاعبداً ھو اعتقہ فاعطاہ النبیؐ میراثہ — ترمذی ابواب الفرائض و ابوداؤد و ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ

اسی طرح حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک آدمی لاوارث مرگیا۔ رسول کریم صلعم نے اُس کی جائداد اُس کے غلام کے سپرد کردی۔ مگر یہ ورثہ کا حق نہ غلام بیچ سکتا تھا۔ نہ مالک بیچ سکتا تھا +

ایک ضروری سوال یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ آیا یہ اسلامی تعلیمات جو غلاموں کے آزاد کرنے کے متعلق ہیں۔ اور جن پر رسول کریمؐ نے زور دیا ہے۔ کبھی شرمندۂ عمل بھی ہوئیں؟ یا محض الفاظ ہی کی صورت میں رہیں۔ ہم پہلے بتلا آئے ہیں۔ کہ رسول کریم صلعم نے کوئی بھی حکم صادر نہیں فرمایا جو ناقابل عمل تھا۔ یا جو عملی جامے میں ملبوس نہ ہُوا ہو۔ یہ بات بھی خوب وضاحت سے بیان ہوچکی ہے۔ کہ رسول کریم صلعم کے نزول سے پہلے دنیا میں غلاموں کی بہت کثرت تھی۔ یہانتک کہ بعض علاقوں میں غلام آزاد اشخاص سے تعداد میں زیادہ تھے۔ اور اُس وقت کے غلاموں کا صحیح اندازہ مشکل ہے۔ یہ قیاس محال ہے کہ یہ کثرت اسلامی تعلیمات کے جاری ہونے کے بعد اور آنحضرت صلعم کی زندگی ہی میں فوراً مٹ جاتی پس جہانتک نبی کریم صلعم اور آپؐ کے اصحاب سے ہوسکا اُنہوں نے کیا۔ انہوں نے ہزارہا غلاموں کو آزاد کیا۔ خصوصیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے متعلق ثابت ہے۔ کہ کوئی غلام بھی آپؐ کا ایسا نہ تھا۔ جس کو حضورؐ نے آزاد نہ کیا ہو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ آپ ایک پائی تک پیچھے نہیں چھوڑ گئے۔ اور نہ ہی کوئی غلام نہ کوئی لونڈی۔ حضرت عائشہؓ نے بھی ایک موقعہ پر چالیس غلام آزاد کیئے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ انہوں نے عمر بھر میں کتنے غلام آزاد کیئے ہونگے۔ عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے تیس ہزار سے زیادہ غلام آزاد کیئے۔ اور ذوالکلاع الحمیری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے آٹھ ہزار غلام آزاد کیئے۔ ابن عمرؓ۔ عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور ذو الکلاعؓ تینوں نے اٹھالیس ہزار غلام آزاد کیئے۔ کس سُرعت اور تیزی سے اسلامی احکام کی تعمیل ہوئی تھی۔ کیا یہ غلام جو غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہوئے سوسائٹی کے بہترین ممبر بنے۔ کیا ان کا آزاد کرنا مفید ثابت ہُوا۔ کیا ان اسلامی تعلیمات سے وہی نتیجے رُونما ہوئے جو مقصود تھے۔ اور جن کی توقع تھی؟ ہاں ایسا ہی ہُوا۔ یہ غلام اعلےٰ مقامات پر پہنچے۔ اور میدان عمل میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ اسامہؓ۔ زید بن ثابت کے متعلق لکھا ہے۔ وہ ایک دفعہ ایک ایسی فوج کا کمانڈر بنا کر بھیجا گیا۔ جس میں حضرت عمرؓ اور صدیق ابو بکرؓ کے پایہ کے لوگ معمولی سپاہی کی حیثیت رکھتے تھے۔ اسامہؓ کی عمر سترہ سال کی تھی۔ بعض نے اعتراض کیا۔ جس پر اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت سرزنش کی۔ سلیم ابو حذیفہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ رسول کریم صلعم نے اُس کو مسلمانوں کے اُن چار بڑے معلموں میں مقرر کیا۔ جن سے مسلمانوں نے قرآن کریم پڑھنا تھا۔ حضرت عمرؓ بلالؓ (جو نیگرو غلام تھا) کے آنے پر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ متعدد مواقع پر بلالؓ کو مسلمانوں کا سردار کہکے پُکارا گیا۔ زیدؓ بھی اکثر مہمات میں لیڈر بنایا گیا تھا۔ خالدؓ جیسا شہرہ آفاق کمانڈر اس کے ماتحت کام کرتا رہا۔ نافع۔ عکرمہ۔ مکحول۔ عطا۔ عبداللہ ابن سیرینؒ آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ لوگ حدیث اور فقہ کے مسلمہ اُستاذ اور چوٹی کے فاضل سمجھے گئے۔ حسن بصری تصوّف میں مجاہد قرأت میں۔ موسیٰ بن عقبہ اور احمد بن اسحٰق تاریخ میں بڑی عزت سے دیکھے جاتے تھے۔ پس ابراہام لنکن کی پاکیزہ اور قابل قدر کوششوں کی حصول مقصد میں ناکامی مستقل شہادت ہے اس بات پر کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو طرز عمل غلامی کے انسداد کے لیئے اختیار کیا وہی بہترین اور صحیح تھا۔ ابراہیم لنکن نے قلم کی کشش سے چاہا کہ امریکہ سے غلامی مٹا دے قانونی طور پر گو کسی قدر کامیاب ہُوا۔ لیکن عملی رنگ میں باوجود ان بے شمار مالی وجانی قربانیوں کے جو امریکہ سول وار میں ہوئیں کوئی نمایاں کامیابی آج ستّر سال بعد بھی نظر نہیں آتی جیسا کہ اس نیگرو آزادی بل کا حشر ہُوا۔ کہ حبشی بچارے انتہائی مظالم کا شکار ہیں۔ چنانچہ وہ آج جنوبی ریاستوں میں بھی نہایت بے رحمی سے جلائے جاتے ہیں اور لنچ کیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اسوقت مارے جاتے تھے جبکہ ابراہام نے ان کی تائید میں آواز اُٹھائی تھی۔ حبشیوں کی اقتصادی اور اخلاقی حالت حد درجے گری ہوئی ہے ان کا سوشل سٹیٹس نفی کے برابر ہے ؎

افسوس ابراہام لنکن کی شریفانہ مساعی کا یہ حسرت ناک انجام ہُوا اسکی دیانتدارانہ نیت اور مخلصانہ ارادوں میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن طریق کار غلط اور غیر قدرتی تھا۔ جس کا انجام یہ ہُوا۔ ہمارے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے غلاموں کے متعلّق مفصّل ہدایات بھی دیں - اور اسپر عمل بھی آخری وقت تک کیا اور کرایا - یہاں تک کہ حضورؐ کا آخری کلام یہ تھا کہ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم ۔

ولادتِ نبویؐ کی صحیح تاریخ

ارباب سیر کا بیان ہے کہ حضورؐ جناب حلیمہ سعدیہ کے پاس رہتے تھے اور اُنہیں کا دودھ نوش فرماتے تھے جب آپؐ کی عمر دو برس کی ہوئی تو حضرت حلیمہ آپؐ کو آپؐ کی والدہ کے پاس مکّہ میں لائیں - اور اُن سے کہا - کہ اب کے سال اس بچّہ کو ہمارے پاس اور چھوڑ دو - کیونکہ مجھے مکّہ کی وبا سے خوف ہے کہ کہیں نقصان نہ پہنچائے - حضرت حلیمہ کے اصرار سے جناب آمنہ خاتون نے اجازت دیدی - اور وہ حضور سرور عالم کو اپنے قبیلہ میں واپس لے آئیں اور واپسی کے دو یا تین مہینے بعد وہ واقعہ ہُوا ہے - جس کو عام طور سے شق صدر کہتے ہیں ۔

امام شمس الدین محمد بن سالم کتاب الجفر الکبیر میں لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی ولادت ربیع الاول کے مہینے میں ۲۰ نیساں سنہ عام الفیل کسریٰ نوشیرواں کے عہد میں ہوئی ہے - چونکہ نیساں کا مہینہ ہمیشہ اپریل کے مطابق رہتا ہے - اس لئے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کی ولادت موسم بہار میں ہوئی ۔

مسعودی مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی ولادت واقعہ فیل سے پچاس روز بعد ہوئی ہے - اور واقعہ فیل ۱۷ محرم ۸۸۲ سکندری بروز دوشنبہ واقع ہُوا تھا - اور اس وقت نوشیرواں کو حکومت کرتے ہوئے چالیس سال گذرے تھے - اور آں حضورؐ کی ولادت اسی سال ۸ ربیع الاوّل کو مکّہ میں ہوئی ۔

روایت مسعودی کی بنا پر حساب لگانے اور عیسوی تاریخ سے مطابق کرنے سے آنحضرت صلعم کی ولادت سنہ ۵۷۱ء میں قرار پاتی ہے ۔

موسیو کوسان اپنی کتاب تاریخ عرب کے حصّہ دوم میں ۲۸۳ صفحہ پر تاریخ الخمیس کے حوالے سے لکھتا ہے - کہ نوشیرواں نے ۴۷ سال ۸ ماہ حکومت کی ہے - اور مورخین روم نے بھی تقریباً یہی مدّت لکھی ہے - فرق صرف ایک ماہ کا ہے - ابن اثیر کا بیان ہے کہ کسریٰ نوشیرواں حضورؐ کی ولادت کے بعد ۷ سال ۸ ماہ زندہ رہا - لہٰذا اس حساب سے نوشیرواں آنحضرت صلعم کی ولادت کے پورے چالیس سال حکومت کر چکا تھا اور چونکہ یہ بادشاہ سنہ ۵۳۱ء میں تخت پر بیٹھا ہے لہٰذا اس سے بھی آنحضرت صلعم کی ولادت سنہ ۵۷۱ء میں ثابت ہوتی ہے اس کے علاوہ ابن عمید مؤلف مختصر التواریخ اور مدیر رسالہ کرولوجیا اثریا ضنیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی تصریحات سے بھی آنحضرت صلعم کا سال ولادت یہی ثابت ہوتا ہے۔ موسیو سیلو سرہ دو ساسی کی تحریر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ نیز مشرق کے علماء ہیئت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ آپؐ کی ولادت اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی ہے اور اُسوقت مُشتری اور زُحل کا قران بُرج عقرب میں ہو چکا تھا۔ موسیو بودارڈ کی زیچ سے معلوم ہوتا ہے کہ اپریل ۵۷۱ سنہ کی پہلی تاریخ کو مُشتری بُرج عقرب میں ۲ درجہ ۱۵ دقیقہ پر تھا اور زُحل ۱۷ درجہ ۱۵ دقیقہ پر بُرج مذکور میں تھا۔ اور اُس وقت یہ دونو سیارے حالت رجوع میں تھے۔ اس لئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قران ۲۹ یا ۳۰ مارچ کو واقع ہُوا تھا۔ اس قران کو مشرق کے علمائے ہیئت قِران الملتہ یا قِرانِ ملت اسلام کہتے ہیں۔ اس کے متعلق بعض مشرقی علمائے ہیئت کے اقوال قابل ملاحظہ ہیں یحییٰ بن ابی شکر مغربی اپنی ایک تصنیف میں لکھتے ہیں کہ ولادت آنحضرتؐ کی عام الفیل میں واقعہ ہوئی ہے۔ اور سنہ ۸۸۲ سکندری تھا۔ اور اسی سال زُحل اور مُشتری کا قِران بُرج عقرب میں تھوڑے ہی عرصہ پہلے واقعہ ہُوا تھا۔ اس حساب سے بھی ولادت ۳۰ مارچ ۵۷۱ء کے بعد ثابت ہوتی ہے ؛

صاحب مُنتہی الادراک لکھتے ہیں۔ اس قِران کے پہلے سال میں ولادت ہوئی ہے۔ سابقہ بیان سے ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ قران ۲۹ یا ۳۰ مارچ ۵۷۱ء میں واقعہ ہُوا تھا۔ اس لئے اس حساب کی رُو سے بھی ولادت ۵۷۱ء میں ثابت ہوتی ؛

صاحب کتاب الکامل اسرار نجوم میں اور شیخ احمد بن عبد الجلیل کتاب القرانات میں بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔ ان تمام شہادتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور سرور عالم صلعم کی ولادت باسعادت ۵۷۱ء میں ۲۹ مارچ کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہوئی ہے ؛

مسعودی اور مصنّف مجمل التواریخ وغیرہ لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کی ولادت نوشیرواں کے سنہ ۴۲ جلوس میں ہوئی تھی اور بعض مورخین مثل حمزہ اصفہانی وغیرہ کہتے ہیں کہ ولادت سنہ ۴۱ جلوس نوشیرواں میں ہوئی ہے۔ لیکن یہ دونو روایتیں اس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔ کہ ان مورخین نے یوم ولادت کو چونکہ معیّن نہیں کیا ہے اسلئے جو لوگ سنہ ۴۲ کے قائل ہیں انہوں نے ولادت کو سنہ ۴۱ کے آخری دنوں میں خیال کیا ہے اور جو سنہ ۴۱ قرار دیتے ہیں وہ سنہ ۴۲ کے اوائل میں خیال کرتے ہیں۔ لہٰذا ان دونو روایتوں میں اگر فرق ہوگا۔ تو ایک ماہ سے زائد نہ ہوگا۔ پس اس صورت میں بھی ۵۷۱ء سال ولادت قرار پاتا ہے ؛

ان تمام بیانات کی مندرجہ بالا تطبیق کے بعد ہم اپریل ۵۷۱ء کو ماہ ولادت قرار دیتے ہیں۔ اور اس سے عربی تاریخ اور دن اس طرح معلوم کرتے ہیں۔ آفتاب اور ماہتاب کا اجتماع حقیقی مکہ شریف کے عرض کے اعتبار سے ۱۱ اپریل ۵۷۱ء کو ۹ بجکر ۴۱ منٹ پر ہُوا ہے اور اسی روز شام کے وقت ہلال اُفق مشرق پر نظر آیا ہے۔ لہٰذا ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ اتوار کے دن ۱۲ اپریل کو ہوئی ہے۔ اور قابل اعتبار روایتوں میں ۸۔ ۱۰ یا ۱۲ ربیع الاوّل کو یوم ولادت بتایا گیا ہے۔[۴۴]

[۴۴] اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ولادت دوشنبہ کے دن ہوئی ہے۔ پھر چونکہ ۸۔ ۱۰ اور ۱۲ تاریخ کے درمیان دوشنبہ کا دن صرف ۹ ربیع الاوّل کو واقع ہُوا ہے۔ اسلئے ۹ تاریخ کو یوم ولادت قرار دیتے ہیں۔ اور اسی کو صحیح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انعمت علیھم میں کونسے انعام مراد ہیں؟

ایک مخالف مولوی کے اعتراضات

ابوالمناظر صاحب لکھنوی ہمارے استدلال نبوت پر جو قرآن شریف کی اہم اور عظیم الشان دعا اھدنا الصراط المستقیم سے کیا جاتا ہے اور جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیائے اسلام کے سامنے پیش کیا اور دنیا اسکے جواب سے لاجواب رہ گئی۔ تردیدی ریمارک کرتے ہوئے بڑی سادگی سے فرماتے ہیں :-

امر اوّل "یہ ایک عام دعا ہے کہ جو عام مسلمانوں کو سکھلائی گئی ہے۔ جس میں اصل راز یہ ہے کہ ہم کو خدا کے محبوب و پسندیدہ لوگوں کی اتباع و پیروی نصیب ہو۔ و بس"

دوم "اگر انعام سے مراد نبوت و حکومت مراد ہو۔ تو ان کا اجرائے نبوت کا دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ پس مدعی ثابت کرے کہ انعام سے نبوت و حکومت ہی مراد ہے"

سوم "حق تعالیٰ نے اپنی مطلق نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ خواہ دنیاوی ہوں یا دینی۔ مگر چونکہ عموم بالدین والدنیا میں کافر و مسلمان دونو شریک ہیں۔ لہٰذا دنیاوی نعمتیں تو مراد نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان کے راستے کا طلب کرنا غیر مقصود ہے۔ اور چونکہ حکومت بھی دنیاوی نعمتوں میں سے نعمت ہے لہٰذا یہاں پر حکومت قطعاً مراد نہیں ہو سکتی"

انعام سے مراد - چہارم "دینی نعمتوں میں سے وہ نعمت مراد ہوگی۔ جو تمام نعمتوں کو شامل ہو اور سب سے اکمل ہو کیونکہ اطلاق اسکو چاہتا ہے۔ اب ظاہر ہے۔ کہ دینی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ حتیٰ کہ نبوت سے بھی ایمان و ایقان باللہ مقدم ہے۔ بغیر ایمان کے کوئی دینی انعام حاصل نہیں ہو سکتا"

ان چار امور میں مولانا کے تمام مضمون کا خلاصہ مع ان کی مزعومہ دلائل کے آگیا ہے۔ ان کے علاوہ جو انہوں نے زبان طعن دراز کی ہے۔ اور مذکورہ بنا فاسد قائم کر کے اعتراض قائم کئے ہیں اُن کا آخر پر مفصل جواب دیا جائیگا *

پہلے اعتراض کا جواب

امر اوّل کے جواب میں عرض ہے۔ کہ مولانا صاحب نے ہمارے استدلال کو توڑنے کیلئے اور غلط راہ اختیار کرنے کیلئے پہلے تو قرآن شریف کی آیت کی اہمیت کو گرانے کی کوشش کی ہے۔ اور بڑی لاپرواہی سے فرماتے ہیں۔ کہ یہ ایک عام دعا ہے۔ مگر میں اُنسے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ اس دعا کو جس کو اللہ تعالیٰ نے متن قرآن میں رکھکر دنیا کے تمام مسلمانوں کو دن میں بیسیوں دفعہ پڑھنے کا حکم دیکر اس کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ عام قرار دیتے ہیں تو پھر آپ ہی بتلائیں کہ اسلام میں کوئی خاص دعا بھی ہے۔ یا سب عام دعائیں ہی ہیں۔ اور وہ کونسا معیار آپکے پاس ہے۔ جس سے آپ کسی دعا کو عام خاص قرار دیتے ہیں۔ دوم آپنے تحریر فرمایا ہے۔ کہ یہ عام مسلمانوں کیلئے ہے۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ وہ کونسے خاص مسلمان تھے۔ جو اس سے مستثنیٰ تھے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ نہ صرف کبار صحابہؓ ہی اسکی تلاوت کرتے تھے۔ بلکہ آنحضرت صلعم بھی اسکو تلاوت کے لئے مامور تھے۔ اور اس سے آپ بھی غافل نہیں ہیں۔ اندریں حالات آپ کا ایسی دعا کو معمولی اور عام مسلمانوں کے لئے قرار دینا کیا وقعت رکھتا ہے۔ کیا دنیا اسکو مجنوں کی بڑ سے زیادہ وقعت دے سکتی ہے؟

سوم۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو تو ایک خاص دعا سکھلادی۔ جس میں انہوں نے آیندہ رسول کی بعثت کی دعا کی۔ مگر ہمارے آنحضرت صلعم کو شہنشاہ رسل کہلانے کے باوجود ایک بھی خاص دعا نہ سکھائی گئی؟

ممکن ہے مولانا صاحب فرما دیں۔ کہ ہمارا تو اس سے یہ مطلب نہ تھا۔ جو سمجھا گیا۔ بلکہ ہمارا مقصود تو یہ ہے۔ کہ یہ ایک ایسی دعا ہے جو عام مسلمانوں کو یعنی ہر چھوٹے بڑے جوان بوڑھے امیر و غریب نبی ولی صدیق شہید کو سکھلائی گئی ہے۔ اور اسکے عام ہونے کا مطلب یہ ہے۔ جو ہر قسم کے انعام پر حاوی ہو اور دعا کے عام رکھنے سے ایسی ہر قسم کی دعائیں دنیا کے ساتھ تعلق رکھتی ہوں یا دین کے ساتھ شامل ہوجاتی ہیں تو یہ دونو باتیں بھی ہمارے مفید مطلب ہیں۔ کیونکہ پہلی بات سے اسکی اہمیت ثابت ہوتی ہے اور دوسری بات سے بھی (دعا کو عام رکھنے سے) نبوت کے متعلق دعا کرنا بھی اسمیں آجاتا ہے۔ کیونکہ اسکو عام رکھنے سے جہاں یہ دنیا کے ساتھ تعلق والی دعاؤں پر حاوی ہوتی ہے۔ اسی طرح دین کے ساتھ تعلق رکھنے والی دعاؤں پر بھی شامل ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ آگے بالتفصیل بیان ہوگا۔

دوسرے اعتراض کا جواب

امر دوم میں آپ ہمارے استدلال پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"قادیانی صاحب کی تحریر سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اگر انعام سے نبوت اور حکومت مراد ہو تو ان کا اجرائے نبوت کا دعویٰ ثابت ہوسکتا ہے ورنہ نہیں پس مدعی نبوت ثابت کرے کہ انعام سے نبوت و حکومت ہی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لاتعد ولا تحصی یعنی بے حد و شمار ہیں"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مولانا نے اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے لفظ "ہی" بڑھا کر اعتراضات جمانے شروع کر دیئے ہیں۔ اور اسی غلط بنیاد پر کئی ایک سوالات لکھتے ہیں۔ جو بنائے فاسد علی الفاسد کے مصداق ہیں۔ مولانا کو بخوبی جان لینا چاہیئے۔ کہ انہوں نے ہمارا مطلب سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اور اسی وجہ سے انکو ندامت اُٹھانی پڑی ہے۔ ہم بھی خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو لا تعد و لا تحصی ہی مانتے ہیں اور اسی وجہ سے ہم عام انعام مراد لیتے ہیں۔ اور مولانا کو بھی یہ معلوم ہے۔ کہ آپنے اپنے پاس سے ایک تحریر بڑھا کر مناظر صاحب کے منشاء کو خبط کر دیا۔ ان کا تو صرف یہ منشاء تھا۔ کہ آیت انعمت علیھم گواہی دیتی ہے کہ اس اُمّت کے لئے وعدہ ہے۔ کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی۔ جو پہلے نبی و صدیق و صلحاء و شہداء پا چکے۔ اور ان انعامات میں سے نبوتیں اور حکومتیں بھی ہیں۔ اسی طرح صدیقیت و شہادت زیادتی ایمان نیز ترقی درجات وغیرہ بھی ہیں۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہیں۔ چنانچہ مناظر صاحب نے آیت یاقوم اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکاً کو پیش کر کے ثابت کیا کہ نبوت و حکومت اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہیں۔ اور یہ دین و دنیا کے لحاظ سے انتہائی انعام ہیں دیگر انعامات انکے نیچے آ جاتے ہیں۔ پس جب پہلے منعم علیہ گروہ کو یہ تمام انعامات مل چکے ہیں تو یہ اُمّت خیر اُمّت ہو کر ان انعامات سے جو اعلیٰ درجہ کے انعام ہیں۔ کیونکر محروم رہ سکتی ہے۔ حالانکہ خود اللہ تعالیٰ منعم علیہ گروہ کی پیروی کر کے ان انعامات کو حاصل کرنے کی دُعا سکھلا رہا ہے۔ پس انعام سے جس طرح دیگر انعام مراد ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح نبوت و حکومت بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اطلاق اسی کو چاہتا ہے۔ پس انعام کو عام رکھنے سے ہمارا استدلال بدرجہ اولیٰ درست ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ عام کے اندر خاص داخل ہوتا ہے۔ لہٰذا منعم علیہ گروہ سے مراد وہ لوگ ہوئے۔ جنپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دینی دنیا کے ہر قسم کے انعام ہوئے۔ جن میں سے نبوت و حکومت بھی ہیں۔ چنانچہ خود آپنے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"اس مقام پر حق تعالیٰ نے مطلق نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی"

ہاں آپنے اپنی طرف سے ایک بات بڑھا کر وجہ تخصیص ہم سے دریافت کرنی شروع کر دی ہے۔ یہ سوال تو ہماری طرف سے آپ پر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ آپنے لکھا ہے۔ کہ "انعام سے اور نعمت سے نعمت ایمان ہی مراد ہے" جب اللہ تعالیٰ نے اس جگہ مطلق انعام کا ذکر کیا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ بغیر قرآنی تخصیص کے ہم قرآنی نص کو ترک کریں۔ اور انعام سے مراد ایمان لے کر نبوت و حکومت اور دیگر تمام انعامات اس سے خارج کر دیں۔ کیا اس صورت میں آپکو اپنا قول یاد نہ رہا کہ "اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لا تعد و لا تحصی یعنی بے حد و بے شمار ہیں" بایں ہمہ آپ کا انعام سے مراد صرف ایمان لینا ایک کھلی جہالت ہے ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس جگہ میں ایک ضمنی بات کا جواب بھی عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ فرماتے ہیں انعمت علیھم میں مطلق انعام و نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے اور اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکا میں خاص نعمتیں مراد ہیں اس سے کسی طرح بھی یہ لازم نہیں آسکتا کہ جہاں پر مطلق انعام کا ذکر ہو وہاں پر خاص نعمتیں مراد ہوں بلکہ وہاں پر موقع و محل دیکھنا ہوگا کہ مخصوص نعمتیں مراد ہیں یا بالعموم انعام کا ذکر مقصود ہے۔ جس طرح مولانا صاحب نے امر اوّل میں لغزش کھائی تھی بعینہٖ اس جگہ بھی وہ ہمارا مقصود سمجھنے سے قاصر رہے۔ ہم یہ کب کہتے ہیں کہ چونکہ فلاں جگہ انعام سے مراد نبوّت و حکومت لی گئی ہے۔ لہٰذا انعمت علیھم میں بھی انعام سے مراد یہی خاص انعام ہے۔ بلکہ ہمارا مقصود اس سے یہ ثابت کرنا ہے کہ چونکہ نبوّت و حکومت کو اللہ تعالیٰ نے ایک انعام قرار دیا ہے۔ اور انعمت علیھم میں مطلق انعام کا ذکر ہے۔ اسلئے انعام کے اندر جس طرح دیگر انعام آجاتے ہیں۔ اسی طرح یہ دو انعام بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ اور اسکے خلاف قرآن میں کوئی نص موجود نہیں ہے۔ ہاں آپکو ثابت کرنا چاہیئے تھا کہ قرآن کی فلاں آیت کی رُو سے ہم اس جگہ انعام سے صرف ایمان مراد لینے پر مجبور ہیں۔ مگر آپ ایسا ثابت کرنے سے عاجز ہیں۔

کیا انعام سے مُراد صرف ایمان ہی ہے؟ مولانا صاحب انعام سے مراد ایمان ہی ہے لکھتے ہوئے فرماتے ہیں "دینی نعمتوں میں سے وہ نعمت مراد ہوگی جو تمام نعمتوں کو شامل ہو اور سب سے اکمل ہو کیونکہ اطلاق اسی کو چاہتا ہے۔" آگے چل کر فرماتے ہیں "دینی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ حتیٰ کہ نبوّت سے بھی ایمان و ایقان باللہ مقدّم ہے۔" ازاں بعد لکھتے ہیں "بغیر ایمان کے کوئی دینی انعام حاصل نہیں ہو سکتا۔" غرضیکہ ان تینوں عبارتوں سے مولانا کا یہ مقصود ہے کہ انعام سے مراد ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین عامہ کو یہ دعا سکھلائی کہ ہمیں ان لوگوں کا راستہ ملے اور ان پسندیدہ حضرات کی پیروی نصیب ہو جنپر اللہ تعالیٰ نے ایمان کا انعام کیا۔ وبس۔

مولانا صاحب نے ان تین چار فقروں میں گرگٹ کی طرح عجیب در عجیب رنگ بدلے ہیں۔ کبھی تو ایمان کو باقی دینی نعمتوں سے مقدّم قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ نبوّت سے بھی کبھی لکھتے ہیں۔ کہ ایمان سب سے بڑی اور اکمل نعمت ہے۔ مگر ساتھ ہی فرماتے ہیں۔ کہ ایمان سب سے اشمل نعمت ہے۔ اور اپنے ذہن میں یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ان تینوں کا مضمون ایک ہے۔ حالانکہ ان تینوں میں زمین و آسمان اور مشرق و مغرب کا فرق ہے۔ اگر امر اوّل کو لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایمان سے مراد اقرار باللسان و تصدیق بالقلب لیتے ہیں۔ جبھی تو فرماتے ہیں کہ "ایمان و ایقان باللہ نبوّت سے مقدّم ہے۔" مگر یہ ایمان سب سے بڑی اور اکمل نعمت نہیں کیونکہ اصل چیز

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو حقیقت ایمان و حلاوت ایمان ہے۔ پس آپکا معمولی ایمان کو سب سے بڑی نعمت بتلانا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے یہ ایک دعویٰ بلا دلیل ہے یہ تو معرفت الٰہی کا ایک ادنیٰ درجہ ہے۔ خود آنجناب نے بھی لکھا ہے کہ دینی نعمتوں کا حصول ایمان کا محتاج ہے۔ گویا اسکے لئے بطور سیڑھی کے ہے۔ اور اگر آپکی مراد اس سے وہ ایمان ہو جسکو آپ تمام دینی نعمتوں سے اشمل سمجھتے ہیں۔ وہ تو نبوت پر بھی حاوی ہے اسکو مقدم کرکے باقی انعامات کو اس سے نکالنا نادرست ہے۔ جب وہ اشمل نعمت ہوئی تو اس سے نبوت کس طرح نکل گئی۔ پھر جب اکمل نعمت اس اُمّت کو مل گئی تو پھر نبوّت کیوں نہیں مل سکتی ✤

خلاصہ کلام یہ کہ مولوی صاحب کے نزدیک اوّل تو اس جگہ صرف پیروی کرنا ہی اصل مقصود ہے۔ لیکن اگر اس سے بڑھکر کچھ اور بھی مقصود ہو مثلاً یہ کہ اس اُمّت کو منعم علیہم گروہ کا انعام بھی ملیگا تو وہ انعام صرف ایمان ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اکمل اور اشمل دینی نعمت ہے۔ اور یہ ہر چھوٹے بڑے انسان کو مل بھی سکتا ہے۔ لیکن نبوّت و حکومت ہر چھوٹے بڑے انسان کو نہیں مل سکتی اسلئے اسجگہ وہ مراد نہیں ہو سکتیں۔ اگر اسجگہ وہی مراد ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے تو چاہیئے تھا تمام افراد اس اُمّت کے نبی اور بادشاہ ہوتے مگر ایسا نہیں ✤

مگر یہ سوال تو ہماری طرف سے مولانا صاحب پر ہوتا ہے۔ کہ اگر اسجگہ صرف پیروی کرنا ہی اصل مقصود ہے۔ تو اس صورت میں جبکہ انکو ایمان اس سے پہلے حاصل ہو چکا تھا منعم علیہم کی پیروی کیلئے دعا سکھلانا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا اسی کو تحصیل حاصل نہیں کہتے۔ اور اگر فرمایا ہے کہ پیروی کرتے کا مطلب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ تو میں تو نہیں سمجھ سکتا کہ ایمان اور قرب الٰہی اپنے اندر دو مختلف مفہوم رکھتے ہوں لیکن اگر انکو دو مختلف چیزیں ہی قرار دے لیا جائے تو انعام سے مراد صرف ایمان ہی نہ رہا بلکہ قرب الٰہی بھی شامل ہوگا ✤

دوم باوجود اسکے کہ آپکے نزدیک اسجگہ صرف نقش قدم پر چلنے کی دعا ہے پھر آپ "مالک کے دربار میں کمال تقرب حاصل کرنے" کے خواہش مند ہیں۔ اب یہ سوال اسپر پڑتا ہے۔ کہ آیا کمال تقرب تمام لوگوں کو یکساں حاصل ہوگا۔ یا کم و بیش۔ اوّل صورت تو محال ہے۔ پس صورت دوم متعین ہو گئی۔ جس کے متعلق آگے ذکر آئیگا ✤

سوم۔ جبکہ ایمان کے علاوہ بھی بہت سی نعمتیں ہیں۔ جو حصول ایمان کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ انکو اسجگہ شامل نہ کیا جائے۔ کیا اُمّت کو ان سے محروم رکھا جائیگا؟ اگر آپ فرمائیں کہ اس جگہ ہم نے "دینی نعمتوں میں سے اکمل اور اشمل نعمت جو تمام نعمتوں کو شامل ہے۔ اور سب سے زیادہ اکمل ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسجگہ مراد لی ہے۔ تو اس قول سے تو آپ خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ دیگر تمام انعامات مع نبوّت کے اسکے اندر آجاتے ہیں۔ ان کو آپ پھر کیوں نکال لیتے ہیں اس صورت میں آپکا یہ کہنا کہ باقی انعامات اسجگہ مراد نہیں کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ میں تو کہونگا کہ نبوّت ایمان ہی کے ایک اعلیٰ درجہ کا نام ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپکو مومنین میں شامل کر کے فرمایا انا اوّل المؤمنین۔ جب ایمان اشمل ہے تو باقی انعامات کو بھی اس میں شامل کرنا پڑیگا۔ شاید مولانا صاحب کی اشمل سے مراد یہ ہو کہ جس سے باقی انعامات نکل جائیں۔ اگر مولانا صاحب کی اپنی اصطلاح جدیدہ ہے تو بیشک ہمیں اعتراض کرنے کا حق نہیں *

لطیفہ:۔ آپ اسجگہ انعام سے مراد اشمل نعمت لینے کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ "اطلاق اسی کو چاہتا ہے"۔ خوب۔ جناب یہ تو فرمائیے کہ اطلاق اس بات کو چاہتا ہے۔ کہ اسجگہ ہر قسم کی نعمت مراد لی جائے نہ یہ کہ اسجگہ اطلاق اس بات کو چاہتا ہے کہ انعام سے مراد اشمل نعمت ہونی چاہیئے۔ تاکہ باقی انعامات خارج ہو جائیں۔ حافظہ نہ باشد کی آپنے خوب مثال دی ہے۔ دو سطر اوپر تو آپ لکھتے ہیں "کہ حق تعالیٰ نے اسجگہ اپنی مطلق نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ خواہ وہ دنیاوی ہوں یا دینی" مگر ساتھ ہی فرماتے ہیں۔ دلیل اس بات کی کہ اسجگہ اشمل نعمت مُراد ہے یہ ہے کہ "اطلاق اسی کو چاہتا ہے" یہ ہے ابو المناظر صاحب کی دماغی کیفیت۔ طوالت مانع ہے ورنہ اسی قسم کی بیسیوں اغلاط چار صفحہ مضمون میں سے پیش کی جا سکتی ہیں *

آمدم بر سر مطلب۔ اصل بحث تو یہ ہے کہ اسجگہ آیا خاص انعام مراد ہے جیسا کہ مولوی صاحب کا منشاء ہے یا اسجگہ عام انعام ہی مراد ہے۔ جیسا کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ اب میں دکھاتا ہوں کہ مفسرین نے بھی اسکو عام ہی رکھا ہے۔ اور اگر کسی نے اس سے مراد خاص لیکر ایمان قرار دیا ہے تو اسکا مطلب کیا ہے چنانچہ تفسیر سراج والے بھی ہمارے اس قول کی تائید کرتے ہوئے "اُطلق الانعام لیشمل کل انعامٍ لان من انعم اللہ علیہ بنعمۃ الاسلام لم تبق نعمۃ الا اصابتہ واشتملت۔ پس جب اس اُمّت کو اسلام ملا ہے۔ تو اب کوئی ایسی نعمت نہیں باقی جو اس اُمّت کو نہ ملے۔ ہاں آپکے چھٹکارے کے لئے میں ایک آسان راہ پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ آپ اس بات سے بھی انکار کر دیں کہ نبوّت انعام ہے ورنہ اس کے بغیر آپ کی جان کے لالے پڑے ہیں اور اسکے بغیر آپکا چھٹکارا نہیں۔ میں نے آسان راہ آپکے لئے تجویز کر دی ہے آگے آپکو اختیار ہے چاہے قبول کریں یا ردّ کر دیں *

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس ما حصل یہ کہ اگر ہم انعام سے ایمان مراد بھی لے لیں پھر بھی ہمارا مقصود حاصل ہے۔ مولانا صاحب جوبات آپکو قرآن وحدیث سے ثابت کرنی چاہیئے تھی وہ یہ تھی کہ آیت زیر بحث میں نبوّت وحکومت باوجود خدا تعالیٰ کے انعام کو عام رکھنے کے مراد نہیں ہو سکتی۔ مگر آپنے اس طرف توجہ نہیں کی۔ وہاں تفسیر کے حوالہ سے آپنے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کہ اسجگہ حکومت مراد نہیں ہو سکتی۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کسی تفسیر کا قول جو قرآن وحدیث اور عقل کے خلاف ہو ہمارے لئے حجّت نہیں ہو سکتا اور نہ ہم اس بات پر مکلف ہیں۔ کہ مفسروں کے ہر قول کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیا کریں اور اسکو اپنے لئے وحی متلو کی طرح سمجھیں۔ مولانا اپنی عقل سے کام لیں اور خود غور فرمائیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس جگہ انعام کو عام رکھا ہے اور پھر دوسری جگہ نبوّت وحکومت کو انعام قرار دیا ہے۔ تو آپکا نعمت سے نبوّت وحکومت مراد بتلانا کمال جہالت کی دلیل ہے۔ کیونکہ جہاں عام انعام کا ذکر ہو اسجگہ انعام کو مقیّد کرنا خبطیوں کا ہی کام ہے۔ قرآن کی صریح نص کو ترک کر کے عقل کو جواب دیکر مفسّروں کے اقوال کے پیچھے پھرنا اور انعام کو صرف ایمان تک محدود قرار دیکر باقی دینی انعامات کو نکالنے کی کوشش کرنا آپ کی کمال نادانی کو ظاہر کرتا ہے ؎

مگر چونکہ مولانا مفسّرین کے دلدادہ ہیں اور ان کے دل میں جو تفسیروں کی قدر ومنزلت ہے۔ اسکے مقابلے میں قرآن وحدیث کو پیش کرنا فضول ہے۔ اس لئے ہم بھی بڑے شوق کے ساتھ منعم علیہ گروہ کے متعلق مفسّرین کے اقوال کی پڑتال کرتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ انہوں نے انعام سے کیا کچھ مراد لی ہے:۔

تفسیر بحر الحقائق میں ابن عباسؓ کا قول منقول ہے:۔ قال ابن عباس ھم قوم موسیٰ وعیسیٰ الّذین لم یُغیّرو ولم یُبدلوا۔ اب اسجگہ بتایا جائے کہ موسیٰؑ کی قوم کے گروہ کا یہاں ذکر ہے۔ آیا ان پر نبوّت وحکومت کا انعام ہوا تھا یا نہیں؟

پھر اسی تفسیر میں اسکے علاوہ لکھا ہے: " وقیل ھم الانبیاء خاصّۃ۔ لیجئے فرماتے ہیں کہ منعم علیہ گروہ سے مراد خاص انبیاءؑ ہی ہیں

سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ من یطع اللّٰہ والرسول فاولٰٓئک مع الّذین انعم اللّٰہ علیھم من النّبیّن والصّدیقین والشھدآء والصّٰلحین وحسن اولٰٓئک رفیقًا۔

بتایا کہ منعم علیہم گروہ سے کون لوگ مراد ہیں۔ فرمایا کہ وہ چار قسم کے لوگ ہیں جن کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شمار اس آیت شریفہ میں کیا گیا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ان کی اتباع میں اُمّت محمدیّہ کو بھی وہی انعام ملے جو انکو ملا خواہ وہ دنیا سے تعلق رکھتا ہو یا دین سے کیونکہ یہاں اُمّت محمدیّہ اور اُمّت موسٰویّہ کا انعامات درجات میں مقابلہ ہو رہا ہے۔ اُمّت موسٰویّہ میں سے وہ کون لوگ ہیں کہ جن کی اتباع کی دُعا ہے۔ وہ چار قسم کے لوگ ہیں۔ جن پر نبوّت یا صدّیقیت یا شہادت یا صالحیت کا انعام ہُوا۔ انپر صرف دین کا ہی انعام نہیں ہُوا بلکہ انکو دنیاوی انعام میں سے حکومت جو کہ سب سے اعلیٰ انعام ہے وہ بھی ملا۔ اسلئے اُمّت ان کے رستہ پر چلکر ترقی کریگی تو اسکو بھی یہ انعام ملینگے۔ مگر آپ انعام سے مراد صرف ایمان لیتے ہیں اور ایمان کو باوجود اشمل قرار دینے کے اس میں سے نبوّت کو خارج کر دیتے ہیں جو کہ یقیناً آپکی غلطی کا نتیجہ ہے۔ منعم علیہ گروہ سے اگر مومنین اور انعام سے مراد ایمان تسلیم بھی کرلیں تو کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ اسکے سوا انپر کوئی انعام نہ ہُوا تھا؟ مولانا! کیا اُمّت محمدیہ بمقابلہ دوسری اُمّتوں کے اعلیٰ مقام کو حاصل کرنے کی مستحق نہ تھی؟ کیونکہ ان میں سے تو کئی نبی ہوئے۔ مگر یہ اُمّت نبی کے وجود سے محروم رہی۔ اور ایمان کے اس اعلیٰ درجہ تک نہ پہنچ سکی؟

ابن جریر والا اسکے متعلق لکھتا ہے۔ "عن ابی جعفر عن ربیع صراط الذین انعمت علیهم قال النبیون۔ (۲) عن ابن عباس صراط الّذین انعمت علیهم یقول طریق من انعمت علیهم بطاعتك وعبادتك عن الملآئکه والنبیّین و الصدّیقین والشهدآء والصالحین الّذین اطاعوك وعبدوك"

فتح العزیز۔ انعمت علیهم "این لفظ را در جائے دیگر از قرآن مجید تفسیر فرموده اند بچهار فرقه که انبیاء و صدیقان و شهیدان و صالحان باشند۔ پس معلوم شد راه راست این چهار فرقه است و در وقت مناجات با پروردگار بنده را تی باید که این هر چهار فرقه را ملحوظ نظر ساخته راه آنها طلب کند چنانچه در قرآن مجید در سورة نساء می فرماید من یطع الله والرسول فاولٓئك مع الّذین انعم الله علیهم من النبیّن والصدّیقین والشهداء والصالحین وحسن اولٓئك رفیقاً۔

تفسیر فتح البیان۔...... ثم المراد بالموصول (الّذین) هم الاربعة المذکورة فی سورة النساء حیث قال ومن یطع الله والرسول فاولٓئك مع الّذین انعم الله علیهم من النّبیّن والصدّیقین والشهدآء

بحر محیط والے نے بہت سے اقوال تفاسیر سے نقل کئے ہیں۔ لکھتا ہے والمنعم علیهم هم الانبیاء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

والملائکة او امة موسیٰ وعیسیٰ الذین لم یغیروا او النبی صلعم والنبیون والصدیقون والشہداء والصالحون او المسلمون قاله ابن عباس او الانبیاء والمؤمنون او المسلمون۔ قال ابن عباس والجمہور اراد صراط النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ انتزعوا ذالک من اٰیة النساء۔ وقال ابن عباس ایضاً ہم المؤمنون۔ وقال الحسن اصحاب محمد صلعم وقالت فرقة مؤمنو بنی اسرائیل وقال ابن عباس اصحاب موسیٰ قبل ان یبدلوا وقال قتادة الانبیاء خاصة وقال ابو العالیه محمد صلعم وابوبکر وعمر انتہیٰ ؞

مولانا صاحب آپنے تو صرف مومنین کا گروہ قرار دیکر ان کے انعام سے ایمان مراد لیا تھا اب آپکے اس اخفاء کو کیا قرار دیا جائے دھوکا یا منافقت اس کا فیصلہ آپکی ایمانداری پر ؞

ان چاروں حوالوں سے ہمیں یہ تو بخوبی معلوم ہوگیا کہ منعم علیہم کون لوگ ہیں۔ وہ نبی صدیق شہید صالح جن میں اُمة موسیٰؑ و عیسیٰؑ خود آنحضرت صلعم صحابہ کرام بھی شامل کیئے گئے ہیں۔ مگر ممکن ہے کہ مولانا صاحب کے دل میں ابھی یہ خلجان باقی ہو کہ اگر اس جگہ مومنین مراد لے لئے جائیں تو کوئی حرج لازم نہیں آتا۔ یہ بیشک درست ہے۔ مگر جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں اگر مومنین بھی لے لیں تو پھر بھی ہمارا مقصود حاصل ہے۔ اور ان سے مراد وہی چار قسم کے لوگ ہیں نہ کہ صرف عام مومنین۔ یہ تو عقلاً مولوی صاحب کو سمجھانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اب میں تفسیر کو لیتا ہوں اس میں بھی ہمارے قول کی تائید پائی جاتی ہے۔ تفسیر والوں نے بھی منعم علیہم سے مراد مومنین لیکر اسکی تفسیر انہیں چار گروہ سے کی ہے جن کا سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے ؞

تفسیر سراج منیر والا لکھتا ہے کہ " ان الطریق المستقیم ما یکون طریق المؤمنین وھذا ھو الموافق لما خرّج ابن جریر عن ابن عباس ان المراد بالذین انعمت علیھم الانبیاء والملائکة والصدیقون والشہداء ومن اطاعہ وعبدہ وقیل انعمت علیھم انبیاء خاصة "۔ پس تفسیر سے بھی مولوی صاحب کی اس اُلجھن کا ازالہ ہوگیا۔ اور یہ بات بپایۂ ثبوت پہنچ گئی کہ منعم علیہم بھی چار گروہ ہیں۔ اور ان میں سے کوئی فرقہ بھی مومنین سے باہر نہیں ؞

اسی طرح **تفسیر عزیزی** والے نے بھی خوب لکھا ہے:۔

" دوازیں است کہ نعمت الٰہی را در آیة دیگر فرمودہ اند بچہار گروہ کہ عبارت از انبیاء و صدیقاں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وشہداء و صالحان باشند پس لفظ انعمت علیہم ہر چند بنظر ظاہر شمولے دارد لیکن در حقیقت مخصوص ہمیں چہار گروہ است"

ان مندرجہ حوالجات سے یہ ظاہر ہوگیا کہ اسجگہ منعم علیہم سے صرف عام مومنین ہی مراد نہیں بلکہ ان میں شہداء۔ صدیق و نبی بھی شامل ہیں۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ منعم علیہم کا گروہ جس کا اس آیۃ میں ذکر ہے۔ وہ مومنین ہی کا گروہ ہے۔ نہ کہ کفار و مشرکین کا۔ اور عقل بھی اسی کو چاہتی ہے کہ اوّل انبیاءؑ کا رستہ طلب کیا جائے۔ پھر ان کی اقتداء میں باقی حضرت کا۔ جو بات سمجھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ مومنین کا لفظ انبیاء کے مقابلے میں نہیں بلکہ یہ مغضوب و ضالین کے مقابلے میں ہے۔ اور ان کے مقابلے میں چاروں گروہ مومنین کے ہیں نہ کہ صرف عام مومنین ؛

اس جگہ اس بات کا فیصلہ ہونا بھی ضروری ہے کہ ان منعم علیہم پر کیا انعام ہوا دینی یا دنیوی۔ اور دینی سے آیا صرف ایمان مراد ہے۔ میں نے اوّل تو عقلاً یہ ثابت کر دیا ہے کہ ایمان سے یہ چاروں مراتب مراد ہیں۔ اور نبوّت و صدیقیت شہادت صلاحیت ایمان ہی کے مدارج کا نام ہے مگر مولوی صاحب عقل کا نام سنکر بھاگتے ہیں اس لئے اسجگہ بھی تفسیر ہی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے سو اوّل تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اِھدنا میں مطلق انعام مانگا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ خود تفسیر کبیر والے نے بھی لکھا ہے:۔ اھدنا الصراط المستقیم لانک انت الرحمٰن وارزقنا الاستقامۃ لانک انت الرحیم وافض علینا کمال نعمک وکرمک لانک مالک یوم الدّین ؛

سراج المنیر۔ اطلق الانعام لیشتمل کل انعام لأن من انعم علیہ بنعمۃ الاسلام لم تبق نعمۃ الّا اصابتہ واشتملتہ علیہ ؛

فتح البیان۔ ونعم اللہ تعالیٰ مع استحالۃ احصائہا ینحصر اصولہا فی دنیوی واخروی واطلقہ لیشمل کل انعام فانّ نعمۃ الاسلام عنوان النعم کلہا فمن فاز فقد حاز بحذافیرہا ؛

وقد تبع الزمخشری فی الظاہر والباطن فان النعم الدنیویۃ ظاہرۃ والاخرویۃ باطنۃ"

ان عبارتوں میں مفسرین نے بتا دیا ہے کہ انعام سے مطلق انعام مراد ہے خواہ دینی ہو یا دنیوی اب رہا یہ کہ بعض لوگوں نے انعام سے مراد خاص خاص انعام لئے ہیں مثلاً کسی نے مراد ایمان کسی نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مراد عبادت یا اطاعت وغیرہ لیا ہے۔ سو بحر محیط والے نے اس کا بھی مسکت جواب دیا ہے۔ اور اپنی طرف سے قیدیں لگانے والوں کو اس نے بناوٹی صوفی قرار دیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:- ولم یقید الانعام لیعم جمیع الانعام اعنی عموم البدل آگے لکھتا ہے وقیل انعم علیهم بخلقهم للسعادة وقیل بأن نجاهم من الهلاکة وقیل الهدایة واتباع الرسول ایمان وروی عن المتصوفة تقییدات کثیرة غیر هذه ولیس فی اللفظ ما یدل علیٰ تعیین قید؛

اور اس بات کا بھی ذکر کر چکا ہوں کہ مولوی صاحب نے لفظ "ہی" بڑھا کر منعمین کو محدود کر کے ہم پر اعتراضات جڑنے شروع کر دیئے۔ ان میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ "اگر انعام سے نبوّت و حکومت مراد بھی لے لی جائے تو لازم آتا ہے کہ تمام لوگ اس اُمّت کے نبی و بادشاہ گذرے ہوں" سو اسکا بطلان مذکورہ حوالجات سے ہو گیا۔ کیونکہ میں بتا چکا ہوں کہ صرف یہی دو انعام نہیں بلکہ ان کے علاوہ سینکڑوں انعامات ہیں جو مختلف رنگوں میں لوگوں کو مل سکتے ہیں۔ نبوّت کو ہی لے لو وہ ایمان کی انتہائی کڑی ہے اس کے نیچے سینکڑوں مدارج نکلتے ہیں جو افراد اُمّت کو مل سکتے ہیں۔ اسی طرح دنیاوی انعامات میں سے حکومت انتہائی انعام ہے۔ اس کا بھی وہی حال ہے۔ جس طرح یہ لازم نہیں آتا کہ یہ تمام لوگ نبی یا بادشاہ ہو جائیں۔ اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ اُمّت میں سے کوئی بھی ان عہدوں پر سرفراز نہ ہو کیونکہ اس طرح اُمّت کے کمال میں نقص لازم آتا ہے ؛

سورۃ نساء کی آیت نے تو اس پر کمال روشنی ڈالی ہے اور منعم علیھم کا صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔ اور ان کے انعامات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ جس طرح پہلے مومنوں کو یہ چار انعام ملے اسی طرح اس اُمّت کو بھی وہ چار انعام ملینگے۔ چنانچہ فاولٰئک مع الذین انعم اللہ میں اسکی طرف اشارہ بھی موجود ہے۔ مگر مولوی صاحب اس بات کے ساتھ متفق نہیں انکے نزدیک اوّل تو اس جگہ مع بمعنی من نہیں بلکہ رفاقت ظاہری مراد ہے۔ دوم۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اس اُمّت کے لوگوں کا صدیق و شہید ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس خاص آیت سے اس بات کا ثابت نہ ہونا اس اُمّت میں صدیقین و شہداء و صالحین کے نہ ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتا۔ اگر اس آیت سے نہیں تو نہ سہی اور بہت سی آیات اس بات پر دال ہیں خود قرآن مجید میں تلاش کرو۔ اس آیت سے صرف رفاقت اور معیت جنت کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

اب ان دو نو باتوں کا جواب دینا تفسیر سے ہمارے ذمہ ہے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امر اوّل کے جواب میں میں ایک حوالہ پیش کرتا ہوں جس میں مع بمعنی من موجود ہے۔ اور بخوف طوالت ایک حوالہ پر ہی اکتفاء کرتا ہوں۔

الانس المعنوی میں لکھا ہے۔ فیقول صراط الذین انعمت علیھم فیقول یا ملائکتی اشھد وا انی قد جعلت عبدی من الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین فیقول العبد غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فیقول اللہ تعالیٰ اشھدوا انی جعلتہ من الذین انعمت علیھم ولم اجعلہ من المغضوب علیھم ولا الضالین ۔

کیوں حضرت! اب آپکا یہ فرمانا کہ لفظ مع من کے معنی میں نہیں کہاں تک درست ہے۔ اگر آپنے کبھی قرآن شریف پڑھا ہوتا تو تفسیروں کے پیچھے مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہ تھی۔ توفنا مع الابرار پر ہی غور کر لیتے۔ شیطان کے متعلق جو آیا ہے۔ لم یکن من الشٰجدین اور لم یکن مع السّٰجدین اسپر ہی نظر ڈالی ہوتی۔ مگر خیر اب تو ہم نے خاص زیر بحث آیت میں جو مع ہے۔ اسکے معنی آپکی خواہش کے مطابق تفسیر سے دکھلائیے۔ کہئے اب کیا عذر باقی ہے ۔

اب میں امر دوم کو لیتا ہوں اور اس کی تردید کے لئے بھی تفسیر ہی کا حوالہ پیش کرتا ہوں مگر افسوس آنجناب نے تفسیروں کو ہی اگر غور سے دیکھا ہوتا تو ندامت کے عرق میں غرق نہ ہونا پڑتا۔ اور اس رسوائی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔ اور نہ آپکو اس بات کے کہنے کی جرأت ہوتی کہ اس امت کو ان درجات کا ملنا اس آیت سے ثابت نہیں۔ جس تفسیر کو آپ نے اپنے مطلب کی تائید میں پیش کیا ہے اسی سے میں آپکے خلاف اپنے مطلب کی تائید میں آپکے سامنے ایک حوالہ رکھتا ہوں۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے:-

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یدل علی امامۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ لانا ذکرنا ان تقدیر الآیۃ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم واللہ قد تبیّن فی آیۃ اخری ان الذین انعم اللہ علیھم من ھم فقال فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین ولاشک ان راس الصدّیقین ورئیسھم ابوبکر الصدیق ۔

لیجئے مولانا آپ تو فرماتے تھے کہ اسجگہ صرف جنت کی رفاقت مراد ہے۔ یہاں تو اسکے برعکس کچھ اور ہی نتیجہ نکلا جارہا ہے۔ پھر علاوہ اسکے جو حوالہ اوپر نقل کیا جاچکا ہے۔ اس میں تو بتایا ہے کہ جب بندہ کہتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم تو اللہ تعالیٰ اسکو جواب میں فرماتا ہے۔ کہ قد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جعلتُ عبدی من الذین انعمت علیھم کہ میں اپنے بندے کو منعم علیہ بنایا۔ جس درجہ کی تو طاعت کے موافق اطاعت کرتا ہے اس درجہ کے انعام شدہ شخصوں میں سے۔ تجھے بنا دیا نہ یہ کہ صرف انکی معیت میں جنت میں تجھے رکھا جائیگا۔ مولانا کو اتنا معلوم نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسجگہ معیت کا ذکر کیا ہے تو معیت اور رفاقت اس انعام کو لازم ہے۔ جنپر انعام ہوگا اور جو ان درجات میں سے کوئی درجہ حاصل کرینگے وہ ضرور ان میں سے اپنے ہم درجہ لوگوں کی معیت میں بھی ہونگے۔ ظاہری معیت لینے سے ان کی روحانی معیت کا انکار نہیں ہو جاتا۔ آپنے جو تفسیر کا حوالہ دیا ہے کہ وہ جنت میں ان کی معیت میں ہونگے اس سے اگر کچھ ثابت ہو سکتا ہے تو یہی کہ وہ لوگ بھی وہی درجات پائینگے جو سابقین نے پائے ؛

لیکن اس سے اگر آپ کی تسلی نہ ہوئی ہو تو میں اور بھی حوالے پیش کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ آپ دیانتداری سے انپر غور کریں۔ اور اس سے کچھ فائدہ حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوں ؛

تفسیر فتح العزیز والا لکھتا ہے۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیّن والصدّیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا یعنی ہر کہ اطاعت خدا و رسول بجا آرد وبگفتہ آں ہر دو عمل کند پس او راہ ہمراہ کسانی میرود کہ انعام کردہ است اللہ تعالیٰ برآنہا چہار فرقہ انبیاء و صدیقاں و شہیداں و صالحان۔

اب تفسیر والے کا یہ لکھنا کہ " ہمراہ کسانی میرود " اور ادھر آپکا یہ فرمانا کہ اگر اطاعت خدا و رسول کروگے تو جس درجہ کی اطاعت ہوگی اسی درجہ کے انعام یافتہ شخص کی معیت حاصل ہوگی " صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ صالح صالحین کی معیت میں شہید شہداء کی معیت میں اور صدیق صدیقین کی معیت اور نبی انبیاءؑ کی معیت میں ہوگا۔ اور انکے درجہ کو پائیگا۔ ورنہ اگر ظاہری معیت مراد ہو اور وہ بھی جنت میں جاکر تو وہ تو تمام منعمین کی معیت حاصل ہوگی نہ کہ ان میں سے کسی ایک درجہ والوں کی۔ کیونکہ مذکورہ بالا قول اسی صورت میں درست ہوگا۔ جب مع بمعنی مِن ہو ورنہ مع بمعنی ظاہری رفاقت کو مدنظر رکھنے سے تو وہ سبھی کے ساتھ ہوگا ؛

تفسیر روح البیان والے نے تو حد ہی کر دی ہے۔ وہ مع الذین انعم اللہ علیھم کے نیچے لکھتا ہے :-

وفی الأیة تنبیہ علیٰ انہٗ ینبغی ان لایتأخر عن مرتبة الصلاح بل یسعیٰ فی تکمیل الصلاح ثم یترقی الیٰ مرتبة الشھادة ثم الی الصدیقیة ولیس بین النبوة وبین الصدیقیة واسطة۔ رزقنا اللہ وایاکم الفوز بھذا النعیم۔ ترجمہ اسکا یہ ہے کہ اس آیت میں تنبیہ ہے۔ کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ مرتبہ صلاحیت سے پیچھے نہ ہٹے بلکہ صلاحیت کی تکمیل میں حتّی الامکان کوشاں رہے پھر ترقی کر کے شہادت کو حاصل کرے۔ اسی طرح صدیقیت کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مرتبہ کو پائے۔ اب صدیقیت اور نبوت کے درمیان کوئی واسطہ نہیں لگے میدان کھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور آپکو بھی ان نعمتوں کے پانے کی توفیق دے۔ میرے خیال میں اس حوالہ کے بعد کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں رہی۔ اس حوالہ میں تو مفسر نے ان تمام امور کو حل کر دیا ہے جو مخالفین اپنی ضد اور کوتاہ فہمی کی وجہ سے پیش کرتے ہیں۔ کیوں حضرت! اب آپکو معلوم ہوا یا نہیں کہ اھدنا الصراط سے کیا مراد ہے آیا صرف پیروی کرنا یا رزقنا اللہ بھذا النعیم مراد ہے۔ اور اب تو آپکو بھی ہوش آگیا ہوگا اور آپ چونک پڑے ہونگے کہ یہ کیا غضب ہوا کہ الٹے لینے کے دینے پڑ گئے۔

سو تفسیر کبیر جسکا حوالہ آپنے دیا ہے اسکا پہلا فقرہ یہ ہے۔ انعمت علیہم یتناول کل من کان للہ علیہ نعمۃ۔ آپ اس پر غور کر لیتے۔ اپنے ہی اس قول کو سمجھا ہوتا کہ اس مقام پر حق تعالیٰ نے مطلق اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ دنیاوی ہوں یا دینی" اور منعم علیہم مراد ہیں خواہ نبی ہو یا صدیق یا شہید۔ اگر تفاسیر کی اوراق گردانی کر لیتے تو آپ پر مخفی نہ رہتا۔ کہ بناوٹی صوفیوں میں سے کسی نے تو ایمان کسی نے ہدایت۔ کسی نے کچھ اور کسی نے کچھ مراد لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انعام کو عام رکھا ہے۔ خواہ دنیاوی ہو یا دینی ظاہری ہو یا باطنی۔ صلاحیت ہو یا شہادت۔ صدیقیت ہو یا نبوت۔ معرفت ہو یا صفوۃ۔ علم ہو یا ذائقہ۔ رضی ہو یا حلاوۃ ایمان۔ قرب ہو یا رضوان ؛

ذرا تفسیر بحر الحقائق ہی دیکھی ہوتی۔ جو لکھتا ہے۔ صراط الذین انعمت علیہم بالنعمۃ الظاھرۃ والباطنۃ کما قال واسبغ علیکم نعمۃ ظاھرۃ وباطنۃ۔ اما النعمۃ الظاھرۃ فبعثۃ الانبیاء وانزال الکتب واحکام الشرائع واجابۃ الحق۔ واتباع السنۃ واجتناب البدعۃ وانقیاد النفس لاوامر الشرع ونواھیہ والاثبات علی قدم الصدق۔ ولزوم العبودیۃ ؛

تفسیر روح البیان۔ صراط الذین انعمت علیہم۔ قال ابو العباس ابن عطاء ھولاء المنعم علیہم ھم طبقات فالعارفون انعم اللہ علیہم بالمعرفۃ والاولیاء انعم اللہ علیہم بالصدق والرضی والیقین والصفوۃ و الابرار انعم اللہ علیہم بالحلم والرأفۃ والمریدون انعم اللہ علیہم بحلاوۃ الطاعۃ والمؤمنون انعم اللہ علیہم بالاستقامۃ وقیل ھم الانبیاء والصدیقون والشھداء والصالحون کما قال اللہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین پس ان لوگوں پر نبوت صدیقیت شہادت وصلاحیت کا انعام ہوا ؛ چنانچہ تفسیر حسینی والا اسکے متعلق لکھتا ہے :- "انعمت علیہم انعام کردہ بر ایشاں بنعمت نبوت ورسالت وولایت وصدیقیت وشہادت وصلاحیت یاراہ آنہا کہ اہل قرب اند ؛

مولانا صاحب! آپنے جو فرمایا تھا۔ کہ "اگر انعام سے نبوت وحکومت مراد ہو تو انکا اجرائے نبوت کا دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے (ورنہ نہیں) لیجئے ہم نے آپکے اس مطالبہ کو کئی تفسیری حوالجات سے حق وحق ثابت کر دیا ہے۔ اور آپکی منشاء کے عین مطابق اسکو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ کہ انعام سے مراد علاوہ دنیاوی انعام کے نہ صرف ایمان وغیرہ بیان ہی ہے بلکہ یہ چاروں درجات ومراتب بھی ہیں اب آپکا فرض ہے کہ تعصب کو دور کر کے راہ راست کو اختیار کریں۔ اور لوگوں کو بھی حق کو حاصل کرنے سے دریغ نہ کریں ؛

باقی رہا امام رازی صاحب کا یہ لکھنا کہ چونکہ دنیوی نعمتوں میں مومنین کے ساتھ کفار بھی شریک ہیں۔ اسلئے وہ مراد نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوسکتیں کیونکہ راستے کا طلب کرنا غیر مقصود ہے۔ تو یہ راستی سے دور ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انعام کو مطلق رکھا ہو تو کسی کا کیا حق ہے۔ کہ وہ اسکو مقید کرے ہاں یہ انکی سمجھ میں نہ آیا۔ تحقیق اصل بات تک انکی نظر نہیں پہنچ سکی۔ مگر ہمارا تو فرض ہے کہ ہم ان کے اقوال کو عقل کی کسوٹی سے پرکھیں۔ نہ یہ کہ اندھا دھند اسکے ہر قول پر آمنّا وصدّقنا کہتے جائیں۔ اور اسکو اپنے لئے حجّت قرار دے لیں۔ ہم کسی شخصی تقلید کے قائل نہیں ہیں جب حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ایک معمولی سی بات میں معصوم عن الخطا نہیں ہیں۔ تو دوسرا کون ہے جو خطا سے پاک ہو۔ اگر امام رازی صاحب نے ایسا لکھ دیا ہے۔ جو انکی اجتہادی غلطی ہے۔ تو ہمیں اسے ترک کرنا پڑیگا۔ کیونکہ وہ قرآن کی صریح نص کے خلاف ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انعام کو عام رکھا ہے۔ لہٰذا اسمیں دنیاوی انعام بھی شامل ہوگا؟ پچھلے مومنین جو منعم علیہم ہیں کیا اُنپر یہ دنیوی انعام نہیں ہوا تھا کیا انکو سلطنت نہ ملی تھی۔ کیا وہ اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی نعمتوں سے محروم رہے تھے۔ یا آپ کو دنیوی انعام نہیں ملے کیا آپ ظاہری اسباب اور ذرائع اختیار کرکے ہر قسم کے دنیاوی انعام کو حاصل کرنیکی کوشش نہیں کرتے؟ جب نبیوں کو بھی حکومت ملی اور ان میں سے بھی بعض کو دنیاوی انعامات جن میں سے حکومت بھی ایک ہے عطا ہوئی۔ تو کیا ظاہری و باطنی دنیاوی و دینی انعامات پانے کے لئے ان بزرگوں کے راستے کی طلب نہیں ہوسکتی -- -- -- --

کیا دنیاوی نعمتیں صرف کفار و مشرکین کو ہی ملی تھیں۔ جب دنیاوی ظاہری انعام کے ساتھ صلحاء کو باطنی و روحانی انعامات بھی ملے ہوئے تھے۔ تو انکے حصول کیلئے جب ہم انکا راستہ طلب کرتے ہیں۔ تو اس سے کیا مشرک خود بخود نہیں نکل جاتے جنکو صرف دنیوی نعمتیں ملی ہوتی ہیں حضرت امام صاحب کا منشاء صرف اسی صورت میں درست ہوسکتا تھا۔ جبکہ مومنین کو صرف دینی انعام اور کفار کو دنیوی انعام ملے ہوتے۔ اور پھر ہم منعم علیہم کی اتباع میں دنیوی و دینی انعام مانگتے۔ اس صورت میں بیشک یہ لازم آتا تھا کہ بوجہ دنیوی نعمتیں مانگنے کے کفار کے راستے کی طلب ہو۔ اور صرف صلحاء مومنین کے راستے کی خواہش رکھتے ہوئے ہمیں دینی انعام ملتے لیکن ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ مومنین منعم علیہم کو علاوہ دینی انعامات کے دنیوی انعام بھی حاصل تھے۔ اور وہ دونو قسم کے اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات سے متمتع تھے۔ اسلئے جب ہم مومنین کی اتباع چاہینگے تو کفار اس سے نکل جائینگے۔ اور صرف مومنین کی اتباع سے ہر دو انعام اس اُمّت کو ملجائینگے۔ اور یوں کفار کے راستے کی پیروی کی طلب لازم نہ آئیگی۔ جنکے راستے کا طلب کرنا غیر مقصود ہے۔ ان سالکوں کی راہ طلب کرنے سے دینی و دنیوی انعام بھی حاصل ہونگے۔ اسلئے یہ کہنا کہ اگر انعام میں حکومت اور دنیوی انعام بھی شامل کیا جائے تو کفار و مشرکین کے راستے کی طلب کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ منعم علیہ گروہ میں وہ بھی بوجہ دنیاوی نعمت کے پانیکے شامل و شریک ہوجاتے ہیں۔ غلط ہے کیونکہ اسجگہ مراد ہی صرف وہ لوگ ہیں جنکو ہر دو انعام حاصل تھے۔ اور جنکا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے کردیا۔ اور مغضوب وضالین فرماکر مشرکین وغیرہ سے نکال لیا ہے اور مستثنیٰ کردیا ہے۔ اسلئے باقی منعم علیہم صرف وہی رہ جاتے ہیں جنپر علاوہ دنیاوی انعام کے دینی انعام مثل نبوّت و صدیقیت و شہادت و صلاحیت کے ہوئے۔ اور سورۃ نساء والی آیت نے تو اور بھی تفصیل کرکے سونے پر سہاگہ کا کام کردیا ٭

جب اللہ تعالیٰ نے دنیاوی انعام بھی دیئے اور انکے حصول کیلئے مومنین دن رات ایک کردیتے ہیں۔ اور تمام اسباب و ذرائع سے کام لیتے ہیں۔ اسوقت وہ تو کفار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے ساتھ شریک نہیں ہوتے لیکن دنیاوی انعام کے حصول کیلئے وہ دعا مانگ بیٹھیں تو پھر وہ کفار کے ساتھ شریک ہوجاتے ہیں۔ اینچہ بوالعجبی است۔ نامعلوم مومنین کے راستہ طلب کرنے سے کفار کسطرح شامل ہو سکتے ہیں کیا انپر بھی دینی انعام ہوا تھا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس امّت کو بالفعل دنیاوی انعام عطا کیئے ہیں بلکہ انکے عطا کرنیکے وعدے بھی کیئے لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم تو پھر انکے حاصل کرنیکے لئے دعا کرنا کیوں اسمیں شامل نہ کیا جائے۔ کیا احادیث میں اور قرآن شریف میں دنیا حاصل کرنیکے لئے دعائیں نہیں سکھلائی گئیں؟ اور پھر مذکورہ وعدہ کے مطابق مسلمانوں کو سلطنت و حکومت نہیں دیگئی؟ اسجگہ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس قسم کی خلافت پہلے لوگوں کو دیگئی تھی بعینہٖ اس قسم کی خلافت تم کو بھی ملیگی۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ انکو دینی و دنیاوی دونو قسم کی خلافت اللہ تعالیٰ نے دے رکھی تھی اسلئے اس امّت کو بھی دونو قسم کی خلافت ملیگی نبوّت کے رنگ میں بھی اور سلطنت کے رنگ میں بھی۔ جو جو انعامات جس جس رنگ میں موسوی سلسلہ پر ہوئے وہ وہ انعامات اسی رنگ میں یہ امّت بھی اتم و اکمل طور پر پائیگی۔ لہٰذا جسطرح اس سلسلہ کو علاوہ دیگر انعامات کے حکومت و نبوّت عطا ہوئی انہیں کی اقتدا میں یہ امّت بھی ان تمام انعاموں کی وارث ہوگی۔ کیونکہ اسکا خیر امّت ہونا اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ اسکو بھی وہ انعام ملیں، نہ صرف وہ انعام ملیں بلکہ وہ انعام موسوی سلسلہ کے انعاموں سے کہیں بہتر اور بڑھکر ہوں ؏

گوشوارہ بقایا و فاضلہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

نمبر شمار	نام صیغہ جات	بقایا سابقہ			فاضلہ سابقہ			آمد ماہ حال			خرچ ماہ حال			بقایا موجودہ			فاضلہ موجودہ		
۱	بقایا پیشگی	۰	۰	۰	۳	۱۳	۳۱۰۱۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳	۲	۳۲۹۲۶
۲	بیت المال	۷	۱۲	۱۸۸۵۰۰	۰	۰	۰	۶	۱۲	۱۲۱۰۸	۰	۹	۲۰۰۴۰۹	۱	۰	۰	۰	۰	۰
۳	طبع و اشاعت	۶	۳	۳۹۴	۰	۰	۰	۰	۲	۲۳۰۰	۳	۱۱	۲۳۰۰	۳	۱۰	۳۹۳	۰	۰	۰
۴	جائداد	۰	۳	۳۰۵	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳	۳۰۵	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۵	ایجنسی	۰	۰	۰	۰	۰	۴۸۵۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴۸۵۰
۶	تعمیر	۹	۲	۶۵۳	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۹	۲	۶۵۳	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۷	بورڈران ہائی	۶	۲	۱۱۱	۰	۰	۰	۶	۰	۱۰۴۳	۰	۳	۹۰۸	۰	۰	۲۴۶	۰	۰	۰
۸	بورڈران احمدیہ	۰	۰	۰	۳	۱۳	۳۰۲	۴	۱۰	۱۲۵۱	۹	۱۱	۸۲۲	۶	۲	۱۲۶	۰	۰	۰
۹	مقبرہ بہشتی	۹	۱۴	۱۱۵۲۳۸	۰	۰	۰	۶	۱۵	۶۷۶۹	۳	۱۱	۱۰۱۳۵۵	۰	۳	۲۰۶۵۳	۰	۰	۰
۱۰	ناظر اعلیٰ	۰	۰	۰	۳	۸	۱۴۰۸۶	۹	۲	۱۴۴۵۸	۶	۱۰	۳۷۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۱	قضاء	۰	۰	۰	۹	۶	۴۱۹	۹	۶	۴۱۹	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۲	افتاء	۰	۰	۰	۰	۰	۱۵	۰	۰	۱۵	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۳	پرائیویٹ سکرٹری	۰		۱	۶	۹	۱۲۸۴۲	۰	۴	۱۳۷۱۹	۶	۱۰	۸۷۶	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۴	محاسب	۰	۰	۰	۰	۱۵	۸۵۱۸	۰	۶	۹۱۷۵	۰	۷	۶۴۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۵	ہسپتال	۰	۰	۰	۰	۵	۳۰۸۶	۳	۶	۳۶۸۱	۳	۱	۵۹۵	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۶	دعوت و تبلیغ	۰	۰	۰	۰	۱	۹۴۲۰۷	۳	۷	۹۹۴۵۴	۳	۴	۵۲۴۷	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۱۷	ہائی سکول	۰	۰	۰	۰	۷	۲۲۵۹۵	۳	۱	۲۴۶۹۱	۳	۱۰	۲۰۹۵	۰	۰	۰	۰	۰	۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گوشوارہ

نمبر شمار	نام صیغہ جات	بقایا سابقہ			فاضلہ سابقہ			آمد ماہ حال			خرچ ماہ حال			بقایا موجودہ			فاضلہ موجودہ		
۱۸	صدقات	۰	۰	-	۰	۵	۷۰۷۶	۶	۲	۹۶۶۳	۶	۱۳	۲۵۸۶	۰	۰	-	۰	۰	۰
۱۹	گرلز سکول	۰	۰	۰	۶	۱۳	۵۱۲۱	۶	۱۰	۵۶۵۹	-	۱۲	۵۱۷	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۰	مدرسہ احمدیہ	۰	۰	-	۲	۷	۱۹۰۲۹	۹	۸	۱۹۹۵۷	۶	۱	۹۲۸	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۱	جامعہ احمدیہ	۰	۰	-	۹	۲	۱۰۲۸۷	۹	۱	۱۰۶۰۹	-	۱۲	۲۲۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۲۲	قرضہ	۰	۰	۱۷۱۵۸	۰	-	۰	-	-	۸۰۰۰	۰	۰	۸۰۰۰	۰	۰	۱۷۱۵۸	-	-	۰
۲۳	منارہ	۰	۰	۸۴۳	۰	-	۰	۰	۰	-	۰	۰	۰	۰	۰	۸۴۳	۰	۰	-
۲۴	پراویڈنٹ فنڈ	۰	-	-	۱	-	۹۲۱	۹	۷	۱۰۲۷	۰	۰	۲۲	۸	۷	۸۲	۰	-	-
۲۵	احمدیہ ہوسٹل	۰	۰	۰	۳	۱۵	۷۹۹۱	۳	۲	۷۹۰۳	۰	۳	۹۶۱	۰	-	-	۰	-	۰
۲۶	امور عامہ	۰	۰	-	۰	۱	۱۱۵۲	۰	۶	۵۶۵۹	-	۵	۲۲۸	۰	۰	۰	۰	۰	-
۲۷	ضیافت	۰	۰	۰	۹	۱۰	۲۷۹۰	۹	۹	۳۱۸۰	-	۱۵	۳۹۸۹	۰	۰	۰	-	-	۰
۲۸	تعلیم و تربیت	۰	۰	-	۶	۸	۹۰۷۹	۹	۱۱	۹۷۵۱	۳	۳	۶۷۲	۰	-	۰	۰	-	-
۲۹	تالیف و تصنیف	-	-	-	۶	۱۰	۱۵۸۸۰	۰	۳	۱۴۷۵۲	۶	۳	۵۷۱	۰	-	۰	۰	۰	-
۳۰	امور خارجہ	۰	-	-	۰	۱۲	۹۱۶۵	-	۷	۹۵۷۹	-	۶	۷۰۳	۰	۰	-	۰	۰	۰
۳۱	ترقی اسلام	۹	۱۱	۲۶	۰	-	۰	۳	۱۰	۹۷	-	۶	۱۲۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۳۲	خلافت	۰	-	-	۰	۰	۱۳۰۰۰	-	۰	۱۳۵۰۰	-	۰	۵۰۰	۰	۰	۰	-	-	-
۳۳	خواتین کلاس	۰	۰	-	۶	۳	۱۲	۶	۳	۱۲	-	-	۰	-	۰	-	۰	۰	-
۳۴	بک ڈپو	۶	۳	۲۴۲	۰	۰	۰	۶	۱۲	۳۱۵	-	۳	۱۷۲	-	۱۵	۳۸۵	۰	۰	-
۳۵	تجارت	۰	-	-	۳	۷	۲۱۱۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳	۷	۲۱۱۲
	میزان	۷	۶	۳۲۲۴۷۳	۷	۶	۳۲۷۳۳۷۳	۶	۱۱	۳۳۸۷۰۸	۶	۶	۳۲۶۷۹۷	۶	۶	۳۹۸۹۰	۶	۶	۳۹۸۹۰

پیشگی ۶—۷—۳۲۹۲۰
نقد ۹—۱۳—۵
۳—۲—۳۲۹۲۶

بقایا موجودہ ۶—۶—۳۹۸۹۰
فاضلہ موجودہ ۳—۷—۶۹۶۷
۳—۲—۳۲۹۲۶

ریزرو فنڈ ۷۰۰
مسجد لنڈن ۱۲۴۵۸

محمد اشرف
محاسب صدر انجمن احمدیہ
دارالامان - قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر ایس کے برمن کی

ٹریڈ مارک تارا رجسٹرڈ

سخت امراض
مجرّب پیٹنٹ دوائیں

امراض مستورات کی دوا

پرو ررو گ یعنی بیماری سیلان رحم سے کبھی لاپروائی نہ کرنی چاہیئے کیونکہ یہ مستورات کی زندگی کا برباد کرنے والا اور ۹۵ فیصدی کو اپنے شکار کا مرکز بنانے والا ہے۔ یہ دوا مستورات کے ہر قسم کے امراض کو رفع کرکے جسم کو خوبصورت و تندرست بناتی ہے کمزور رحم کو طاقت دیتی اور صاف رکھتی ہے۔ اسکے استعمال سے کمر پیڑو جانگھ و سر وغیرہ کے درد تو آناً فاناً دور ہوتے ہیں۔ قیمت فی شیشی عہ/ ڈاک محصول ۱۱/ تین شیشی صہ ڈاک محصول ۱۲/

عرق پودینہ سبز

امراض ریاحی کی نہایت مجرّب دوا

ہمارے عرق پودینہ کا ایک قطرہ بازاری عرق پودینہ کے ۱۰ قطروں سے بھی بڑھکر ہے۔ اسلئے اسکی ایک شیشی تو ہمیشہ ہی پاس رکھنی چاہیئے کیونکہ دوا ضعیف جوان بچے مرد و زن سب کے لئے اور ہر موسم میں اتفاقیہ ریاحی امراض یعنی پیٹ پھولنا اور درد کرنا کھٹی ڈکار آنا بھوک کم ہونا وغیرہ کے لئے نہایت مفید و زود اثر ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲/ ڈاک محصول وغیرہ ۷/ چھوٹی شیشی ۹/ ڈاک محصول ۷/

نوٹ۔ دوائیں سب جگہ دواخانوں میں بکتی ہیں ڈاک خرچ بچانے کے لئے اپنے شہر میں ہمارے ایجنٹ سے خریدیئے۔

صیغہ (۱۱۷) پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ۔ شیخ محمد وارث رحمت علی سوداگر گورداسپور

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھاپکر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا